عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

مِلی قائدین
امتیازات و خصوصیات

جلد: ۳۸ | ۱۲ تا ۱۸ ذوالقعدہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ جولائی ۲۰۱۹ء | شمارہ: ۲۷

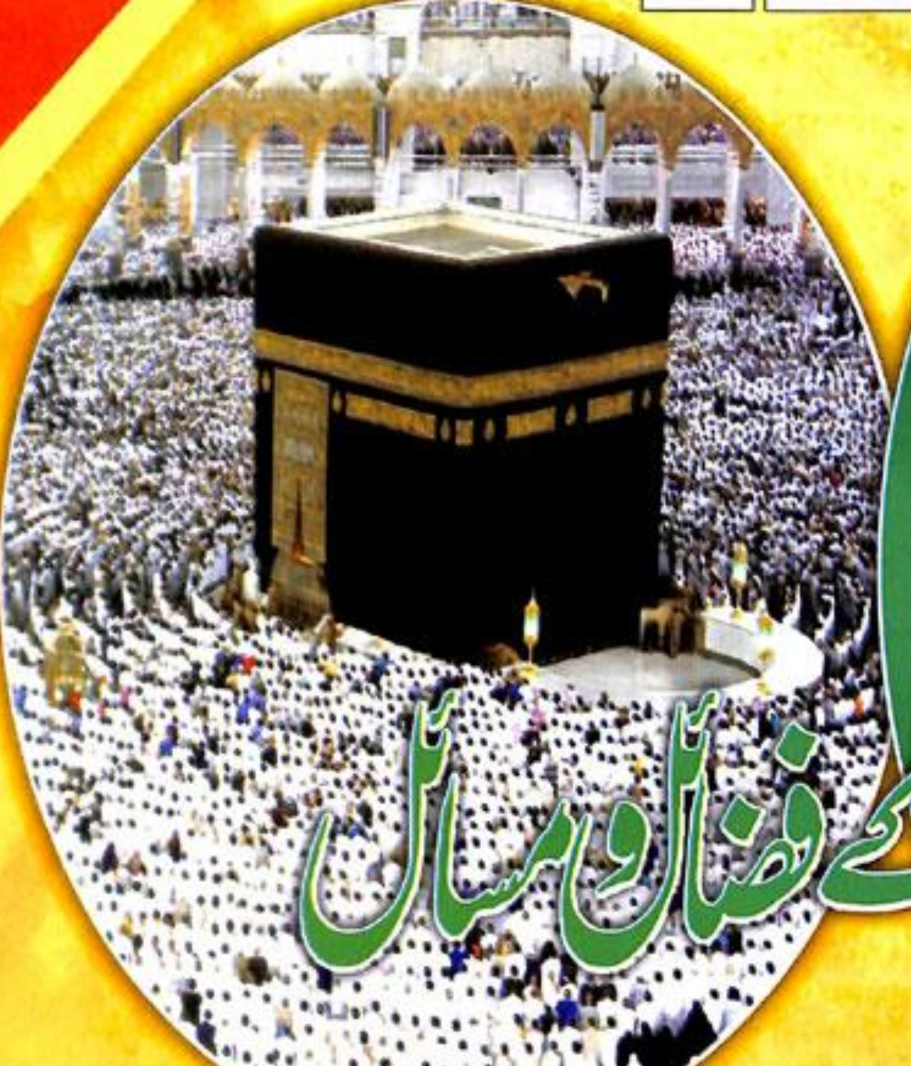

حج کے فضائل و مسائل

اسراف
مُتعدد خرابیوں کا سرچشمہ

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

اپنا حج کرنے کی بجائے حجِ بدل کرنا

س:......اگر کسی پر حج فرض ہو تو وہ اپنا حج کرنے کے بجائے حج بدل کے لئے جا سکتا ہے؟ حجِ بدل کے ساتھ اگر وہ اپنے حج کی نیت بھی کرلے تو کیا اس کا حج بھی ادا ہو جائے گا؟

ج:..... جس شخص پر حج فرض ہو اس کے لئے اپنا حج چھوڑ کر حج بدل کرنا مکروہ ہے۔ البتہ حج بدل ادا ہو جائے گا، لیکن اس شخص کا اپنا حج باقی رہے گا، اسے اپنا فرض حج دوبارہ ادا کرنا ہوگا۔ حجِ بدل کی نیت سے احرام باندھا تو حج بدل ہی ادا ہوگا اور ایک احرام میں دو نیتیں نہیں کر سکتے۔

حجِ بدل کروانے کی وجوہات

س:......حجِ بدل کن وجوہات کی بنا پر کروایا جا سکتا ہے؟

ج:......جس شخص پر حج فرض ہو گیا اور حج ادا کرنے کا وقت تو ملا، لیکن اس نے ادا نہیں کیا اور بعد میں ادا کرنے سے عاجز ہو گیا یا قید ہو گیا یا ایسا مرض لاحق ہو گیا کہ جس کے دور ہونے کی کوئی امید نہ ہو تو اس صورت میں کسی دوسرے سے حج کرانا فرض ہو جاتا ہے، اپنی زندگی میں حجِ بدل کرائے یا پھر وصیت کر کے جائے کہ اگر زندگی میں موقع نہ ملا تو مرنے کے بعد میری طرف سے حجِ بدل کیا جائے اور وہ حج کے لئے مال بھی چھوڑ کر گیا ہو، حجِ بدل کروانے کے لئے درج ذیل شرائط کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

۱:... جو شخص حج بدل کرائے اس پر حج فرض ہو چکا ہو، اگر حج فرض نہیں تھا بلکہ نفلی حجِ بدل کروایا، اس کے بعد پھر اس پر حج فرض بھی ہو گیا تو اب دوبارہ حج بدل کروانا ہوگا۔

۲:... حج فرض ہونے کے بعد یہ حج ادا کرنے سے عاجز ہو گیا ہو۔

۳:... عجز موت کے وقت تک رہے اگر مرنے سے پہلے عجز ختم ہو گیا اور حج پر جانے کی قدرت ہو گئی ہو تو دوبارہ خود سے حج ادا کرنا فرض ہوگا۔

۴:... مصارفِ سفرِ حج، حجِ بدل کروانے والا برداشت کرے۔

۵:... حجِ بدل کرنے والا حج بدل کرنے کا طریقہ جانتا ہو، تاکہ صحیح طور سے حجِ بدل ادا ہو جائے، وغیرہ۔

فرض حج کے لئے والدین کی اجازت شرط نہیں

س:......اگر کسی پر حج فرض ہو تو کیا اسے والدین سے اجازت لینا ضروری ہے کہ وہ حج پر جائے؟

ج:......فرض حج کے لئے والدین کی اجازت شرط نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اگر کسی پر حج فرض ہو گیا تو والدین کو خوشی خوشی اجازت دے دینی چاہئے تاکہ وہ اولاد اپنے فرض سے بری الذمہ ہو، پھر اگر وسعت ہو تو اسی وقت یا بعد میں والدین کو بھی حج یا عمرہ کروایا جا سکتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد،
علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی،
مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۸ ۱۲تا۱۸ر ذوالقعدہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۶تا۲۲ر جولائی ۲۰۱۹ء شمارہ:۲۷

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین وآرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

الحاج غلام قاسم خان کھیتران کی وفات	۵	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
حج کے فضائل ومسائل	۷	حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ
اسراف ... متعدد خرابیوں کا سرچشمہ	۱۱	ڈاکٹر عبدالرؤف خان
ملی قائدین.... امتیازات وخصوصیات	۱۴	مولانا توحید عالم بجنوری
دعوت وتبلیغ اور حضرت حاجی عبدالوہابؒ (۲)	۱۹	مولانا محمد طارق جمیل مدظلہ
نزول عیسیٰ علیہ السلام اور مرزائی عقیدہ (۱۳)	۲۳	بیان: مولانا محمد علی جالندھریؒ
تھالی کا بینگن (۱۸)	۲۵	الحاج اشتیاق احمد مرحوم
تحفظ ختم نبوت علماء کنونشن	۲۷	مولانا عبدالنعیم

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

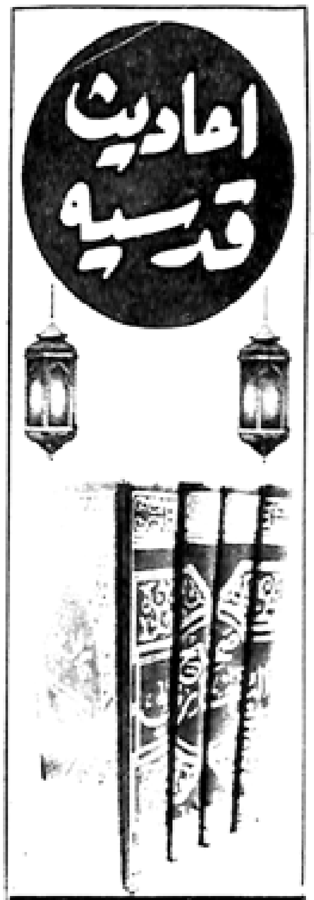

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلوی

قیامت

حدیث قدسی ۳۱: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت میں لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور کہا جائے گا: اس امت کے فقراء کہاں ہیں؟ پس یہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے ان سے کہا جائے گا تم نے کیا عمل کئے تھے، یہ عرض کریں گے: اے رب ہمارے! ہم بلاؤں میں مبتلا کئے گئے اور ہم نے صبر کیا اور ہمارے غیروں کو بادشاہ اور حکمراں بنایا گیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے سچ کہا۔ یہ لوگ جنت میں عام لوگوں سے بہت زمانہ قبل داخل کر دیئے جائیں گے، پھر حساب کی شدت کے لئے صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جو ذی سلطنت اور حکمراں ہوں گے، لوگوں نے دریافت کیا، مومنین کاملین اس دن کہاں ہوں گے ارشاد فرمایا: وہ نور کی کرسیوں پر ہوں گے اور ان پر اس دن بادل سایہ کئے ہوں گے اور قیامت کا دن ان لوگوں پر دن کی ایک گھڑی کے برابر ہوگا۔ (طبرانی) یعنی مومنوں کے لئے وہ دن زیادہ طویل نہ ہوگا، ان کو صرف ایک گھڑی کے برابر معلوم ہوگا۔

حدیث قدسی ۳۲: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن قرآن، مسجد اور عترت (عترت سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور آپ کی اولاد ہیں جو لوگ قرآن، مساجد اور اہل بیت کی توہین کے ذمہ دار ہیں ان کے خلاف شکایتیں کی جائیں گے) حاضر کئے جائیں گے۔ قرآن کہے گا: اے میرے رب! مجھ کو جلایا اور مجھ کو پھاڑا اور میرے ٹکڑے ٹکڑے کئے۔ مسجد عرض کرے گی: مجھے ویران کیا، مجھے بے کار شے سمجھا اور مجھ کو ضائع کر دیا۔ عترت کہے گی: ہم کو دفع کیا اور ہم کو قتل کیا اور ہم کو منتشر کیا، یہ سب چیزیں خدا کے سامنے دو زانو ہوں گی اور جھگڑا کریں گی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ سب چیزیں میری تھیں اور میں ہی ان کا فیصلہ کرنے کا زیادہ مستحق ہوں۔ (دیلمی)

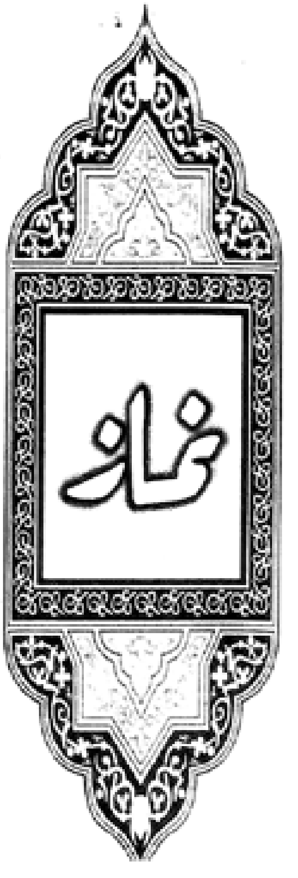

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم دامت برکاتہم

سجدۂ سہو

گزشتہ سے پیوستہ

(۵) فرض کی پہلی دو رکعتوں میں وتر، سنت اور نوافل کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد کسی دوسری سورت یا ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتوں کے بقدر پڑھنا واجب ہے، اگر کوئی اس واجب کو بھول جائے تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے (واضح رہے کہ فرض کی آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کی طرح کسی دوسری سورت کا ملانا بھی واجب نہیں ہے)۔

(۶) فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں کو سورۂ فاتحہ اور کسی سورت کے لئے متعین کر لینا واجب ہے یعنی فرض نماز تین رکعتوں والی ہو یا چار رکعات والی، اس میں پہلی دو رکعتوں کو قرأت کے لئے متعین کر لینا واجب ہے، اگر کوئی فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت کو متعین نہیں کرتا تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

(۷) نماز کی حالت میں قیام یعنی سیدھا کھڑا ہونا فرض ہے، لیکن سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت یا چھوٹی تین آیات یا بڑی ایک سورت پڑھے جانے کی مقدار تک کھڑا رہنا واجب ہے (واضح رہے کہ گونگے اور امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہونے والے کے لئے قیام کی کوئی مقدار واجب نہیں ہے)۔

(۸) سورۂ فاتحہ پڑھے جانے کے فوری بعد کوئی سورت ملانا واجب ہے، ان دونوں کے درمیان کسی دوسرے رکن کو داخل کرنے سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

(۹) ہر رکعت میں قرأت (سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھنا لازمی ہے) کے بعد فوراً رکوع کرنا واجب ہے ان دونوں کے درمیان بھی کسی دوسرے رکن کو داخل کرنے سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

(۱۰) رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا جسے قومہ کہتے ہیں، اس میں ایک مرتبہ سبحان اللہ کہے جانے کے برابر سیدھا کھڑا ہونا واجب ہے، اس عمل کو تعدیل رکن بھی کہا جاتا ہے، اس کے چھوٹ جانے پر سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

(جاری ہے)

اداریہ

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

حضرت الحاج غلام قاسم خان کھیتران کی وفات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

حضرت مکرم الحاج غلام قاسم خان کھیتران ۲۰ رمئی ۲۰۱۹ء بمطابق ۱۴ رمضان ۱۴۴۰ھ کو سوئے آخرت چل دیئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! آپ بلوچ قبیلہ کی کھیتران شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ لتڑا تحصیل تونسہ کے رہائشی تھے۔ پھر ڈیرہ غازی خان میں آ کر آباد ہوئے۔ کاروباری شخصیت تھے۔ تیل کا کاروبار کیا۔ آپ کی دیانتداری کے باعث حق تعالیٰ نے اس میں بہت برکت دی۔ پہلے ایک آئل ٹینکر خرید کیا۔ ملتان شیر شاہ وکراچی سے ٹینکر کے ذریعہ آئل لاتے اور پیٹرول پمپوں کو سپلائی کرتے۔ آپ کے ایک قریبی عزیز جناب عبدالرشید خان آپ کے ساتھ شریک کاروبار تھے۔ اس زمانہ میں آپ کا کاروباری سلسلہ میں اکثر ملتان آنا جانا رہتا تھا۔ اپنی دین داری کے باعث مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر اور جامعہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان میں آنا جانا شروع ہوا۔

اس زمانہ میں آپ کی بھرپور جوانی تھی۔ قد کاٹھ، صحت، خوبصورتی، وضع قطع شرعی، خاندانی وجاہت، چہرہ و بشرہ کی رونقوں سے قدرت نے وافر حصہ عنایت فرمایا تھا۔ بہت دلکش شخصیت تھے۔ پھر جن حضرات سے رابطہ ہوا وہ بھی اپنے اپنے دائرہ عمل کے امام اور زرخالص تھے۔ ان کا اثر آپ نے ایسے طور پر قبول کیا کہ ان حضرات سے اس نیازمندی نے محبت وخلوص قلبی کا درجہ حاصل کرلیا۔ یہی محبت آپ کو شیخ الاسلام مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کے ہاں لے کر گئی۔ ان حضرات سے تعلق کے باعث اپنے صاحبزادوں کو دین کی تعلیم سے بہرہ ور کیا۔ مولانا محمد نعیم، مولانا محمد سلیم دونوں جامعہ خیرالمدارس سے فارغ التحصیل ہیں۔ جناب محمد کلیم صاحب قاری قرآن ہیں۔ آپ کا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام سے عملاً گہرا تعلق تھا۔ اپنی صحت کے زمانہ میں ان جماعتوں کے اعلیٰ عہدوں پر فائز بھی رہے۔ دین کا درد رکھنے والے تھے۔ ہر دینی تحریک میں نمایاں کردار کے حامل رہے۔ تمام بے دین ولادین قوتوں کے سامنے سد سکندری کا کردار ادا کیا۔ آپ کا تبلیغی جماعت سے بھی تعلق رہا۔ اس کے نظم میں شریک ہو کر اپنے قلب وجگر کو بالیدگی بخشتے رہے۔ آپ کے کاروبار نے وسعت اختیار کی تو عمدہ رہائش گاہ، پلازہ، اپنے صاحبزادوں کی رہائش گاہوں کی تعمیر اور پھر تیل کے کاروبار کو وسعت دی۔ خود بھی پیٹرول پمپ لگوایا۔

یوں زندگی بھر رزق حلال سے اپنی اولاد کے لئے وسعتوں کے سامان کرتے۔ دینی اداروں و دینی مدارس کی بھی بھرپور خدمت کرتے رہے۔ بیٹے عالم بنے تو ان کو بھٹہ کالونی میں مدرسہ قائم کر دیا۔ غرض آپ کی پوری زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی اور آپ کی یہ تمام جدوجہد شرعی حدود کی پابند اور شرعی احکامات کی بجاآوری سے عبارت تھی۔ آپ آخر وقت تک متحرک رہے۔ آپ کی جوانی کے زمانہ سے فقیر کا ان سے نیازمندی کا تعلق تھا۔ وہ ہمارے بزرگوں کے ساتھی تھے اور ہمارے لئے یادگار شخصیت کے مالک تھے۔ گزشتہ سال فقیر کا ایک جمعہ حضرت پیر طریقت مولانا بشیر احمد شاہ جمالی کے مدرسہ میں تھا۔ اس موقع پر آپ تشریف لائے۔ بیان سنا۔ دعائیں دیں۔ مجلس کے کام کا حال پوچھا تو انگ انگ بال بال شگفتہ ہوگیا۔ بہت ہی دعاؤں سے نوازا اور فقیر کی آنکھوں کے سامنے گزشتہ نصف صدی کے ان سے وابستہ واقعات گھومنے لگے۔ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

ملتان کے ممتاز عالم دین جامعہ عمر بن خطاب کے مہتمم تبلیغی جماعت کے معروف رہنما حضرت مولانا کریم بخش نے ریلوے پلی عثمانیہ جنازہ گاہ میں آپ کی نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور پھر قریبی قبرستان میں سپرد خاک کیا۔گرمی، روزہ اور شوگر کے باعث کمزوری کی وجہ سے حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری کو سفر کی ہمت نہ ہوئی۔فقیر راقم گھر پر تھا۔اب عید کے چار ہفتہ بعد ان کے وصال کی خبر سنی تو دل مسوس کر رہ گیا۔پرانے بادہ خوار اٹھتے جارہے ہیں۔وہ جن روایات کے امین تھے وہ بھی عنقاء ہورہی ہیں۔آخر قیامت نے آنا ہے۔ان کا وصال بھی ہم مسکینوں کے لئے قیامت سے کم نہیں۔حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو۔آمین!

جناب شیر محمد قریشی کا وصال

۲۵رجون ۲۰۱۹ء رات گئے جناب شیر محمد قریشی احمد پور شرقیہ میں انتقال فرماگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون!

جناب شیر محمد صاحب قریشی احمد پور شرقیہ محلہ عباسیاں کی قریشی برادری سے تعلق رکھتے تھے۔آپ غلہ منڈی میں اجناس کی آڑھت کا کاروبار کرتے تھے۔ڈویژن بھر میں آپ کی تجارتی سرگرمیوں کا حلقہ اثر تھا۔آپ اپنی دین داری میں بہت مشہور تھے۔احمد پور شرقیہ کے حضرت مولانا غلام احمد خطیب جامع مسجد محلہ عباسیاں کے تربیت یافتہ اور ان کے شاگرد تھے۔مولانا مرحوم کے وصال کے بعد آپ نے مسجد کمیٹی میں شمولیت کے ذریعہ مسجد کی آبادی، مسجد میں قائم مدرسہ کی ترقی و تنظیم، اسی جامع مسجد میں عرصہ بعید سے ۹، ۱۰رمحرم الحرام کو سالانہ سیرت اہل بیت کانفرنس کے انعقاد کے تسلسل کو برقرار رکھنا، ان امور میں ایسے حصہ لیا کہ ایک مثال قائم کردی۔اپنی نیک شہرت اور دیانتداری کے باعث اپنے محلہ پھر اپنے شہر کے عوام کے مسائل سرکاری سطح پر حل کرانے کے لئے بھرپور کردار ادا کیا۔

آپ کے استاذ مولانا غلام احمد صاحب کا مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔وہ احمد پور شرقیہ میں مجلس کے صدر اور پھر مرکزی شوریٰ کے رکن بھی رہے۔جناب شیر محمد قریشی نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام میں بھی اپنی ذات کو کھپایا۔اس وقت وہ احمد پور شرقیہ مجلس تحفظ ختم نبوت کی شناخت وپہچان کا درجہ حاصل کرچکے تھے۔ملتان دفتر مرکزیہ کے اجلاسوں، چناب نگر کی کانفرنسوں میں شرکت اور نظم کا حصہ بنتے تھے۔جمعیۃ علماء اسلام میں بھی سرگرم عمل رہے۔دونوں جماعتوں کی قیادت سے ان کے محبانہ ومخلصانہ مراسم تھے۔آپ کا گھرانہ علماء کرام کا میزبان گھرانہ شمار ہوتا تھا۔علماء سے اس تعلق کے صدقہ میں آپ کے ایک چھوٹے بھائی نے خان پور جامعہ عبداللہ بن مسعود سے دورۂ حدیث تک کی تعلیم مکمل کی۔

آپ کے تمام صاحبزادگان اپنے اپنے طور پر تعلیم یافتہ ہیں اور کاروبار کررہے ہیں۔اپنے پاؤں پر کھڑے ہیں۔سب شادی شدہ ہیں۔یوں جناب شیر محمد صاحب قریشی کو اللہ تعالیٰ نے دینی ودنیوی شہرت وعزت فارغ البالی ووسعت نصیب فرمائی۔جس کام کا آغاز کیا قدرت نے اس میں برکت ڈال دی۔گزشتہ کچھ عرصہ سے شوگر نے گھیرا ہوا تھا۔علاج بھی مسلسل جاری رہا لیکن اس جن کو بوتل میں بند نہ کیا جاسکتا تھا، نہ کرپائے۔شوگر نے جہاں دیگر عوارضات کو ترقی دی وہاں جسم کے ساتھ دل بھی کمزور ہوا۔بلڈ پریشر بھی زیر و بم اختیار کرتا رہا۔تا آنکہ وقت موعود آن پہنچا۔۲۵رجون کو رات گئے دل کا اٹیک ہوا۔دنیا سے منہ موڑا۔جنت کی راہ لی۔سب عزیز واقارب کے دیکھتے دیکھتے بڑی سرعت کے ساتھ ایک جہان سے دوسرے جہان کو کوچ کرگئے۔اگلے دن محمود پارک احمد پور شرقیہ کی جنازہ گاہ میں جنازہ ہوا۔منڈی، محلہ، شہر، ضلع بھر سے عزیز واقارب، دینی قیادت، دینی مدارس، علماء، طلباء، ہمسایگان وشہریان نے بھرپور شرکت کی۔حضرت قاری سید پیر عبدالحلیم شاہ نے امامت کی اور مرحوم کو یوں رحمت حق کے سپرد کردیا گیا۔حق تعالیٰ ان کی مرقد کو بقعۂ نور بنائیں۔ان کی قبر کو اپنی رحمتوں سے تا ابد شرابور فرمائیں۔حق تعالیٰ محض اپنے کرم سے ان کی سیئات کو حسنات سے مبدل فرمائیں۔بال بال مغفرت انہیں نصیب ہو۔آمین! ان کے وصال سے ایک اچھے انسان سے دنیا خالی ہوگئی۔حق تعالیٰ ان کے اگلے سفر کو اچھائی کا سفر بنادیں۔وما ذالک علی اللہ بعزیز! وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

حج کے فضائل ومسائل

بیان: حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مدظلہ
ضبط وترتیب: مولانا محمد قاسم

محترم بزرگو، بھائیو اور عزیز دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت بڑا فضل، احسان اور کرم ہے کہ رمضان المبارک جیسا مقدس مہینہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا، ہم نے اس میں روزے رکھے، تراویح پڑھی اور اللہ تعالیٰ نے جو توفیق عطا فرمائی وہ عبادات کیں، اب ایک اور عبادت جو عالمی عبادت ہے اور پوری دنیا میں ایک ہی جگہ ادا کی جاتی ہے، وہ حج کی عبادت ہے اور حج کے مہینے اب شروع ہوگئے ہیں: شوال المکرم، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ، انہیں اشہرِ حج کہا جاتا ہے۔ یہ حج کے مہینے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یکم شوال سے اگر کوئی آدمی حج کا احرام باندھ لے تو اسی احرام سے وہ حج ادا کرے گا تو اس کا یہ احرام باندھنا ٹھیک ہوگا۔ اشہرِ حج میں سے پہلا مہینہ شوال ہے، دوسرا مہینہ ذوالقعدہ ہے اور تیسرا ذوالحجہ ہے۔ قرآن کریم نے اسے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اسلام ہر اچھا کام سکھاتا ہے اور ہر بُرے کام سے منع کرتا ہے، یہ اسلام کی خوبیوں میں سے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفات گنوائی گئی ہیں: ”وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبَاتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبَآئِثَ“ (الاعراف:۱۵۷) تو ہر اچھی چیز کا اسلام نے حکم دیا ہے اور ہر بُری چیز سے اسلام نے منع فرمایا ہے، لیکن موٹی چیزیں جنہیں اسلام کا ستون قرار دیا گیا ہے، وہ پانچ ہیں: پہلی چیز شہادتین ہے، اللہ کی توحید کی گواہی ”اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ“ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ”واشھد ان محمداً رسول اللّٰہ“ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ کیا معنی ہے؟ دل کو باقی چیزوں سے بالکل خالی کرنا ہے! دل کے اندر صرف ایک اللہ کی توحید اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی، آپ کی ختم نبوت کی گواہی ہو، باقی ساری چیزوں سے دل خالی ہو، گرہ لگ جائے کہ اللہ ایک ہے، بس! اور الحمدللہ! ہم مسلمانوں کو یہ چیز حاصل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے اخلاص اور دل کی گہرائی کے ساتھ گواہی دی کہ اللہ ایک ہے اور اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، یہ پکا مومن ہے اور یہ جنت میں جائے گا۔ ان شاء اللہ! (صحیح مسلم، مشکوٰۃ المصابیح ص:۱۵، طبع قدیمی)

اگر چہ گناہوں کی وجہ سے کچھ رکاوٹ ہو، کوئی سزا ملے لیکن بالآخر یہ جنت میں جائے گا۔ یہ کلمہ کی تاثیر ہے۔ میں سمجھانا یہ چاہ رہا ہوں کہ جس طرح ہم دل سے یہ گواہی دیتے ہیں: ”لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ“ بالکل جزم اور یقین کے ساتھ، دل میں یقین جزم کے درجہ میں پختگی کے ساتھ ہے اور زبان سے اس کا اقرار ہے۔ الحمدللّٰہ! اللھم لک الحمد ولک الشکر....! تو یہ اسلام کا پہلا ستون، پہلی بنیاد ہے: لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ“ جب آدمی نے یہ کلمہ پڑھ لیا ہے، اب یہ اسلام کی عمارت میں داخل ہوگیا، اب اس کے لئے اسلامی احکامات متوجہ ہوگئے۔

کلمہ پڑھ لینے کے بعد دوسری چیز جو اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے، اقامت صلوٰۃ ہے۔ نماز پر ہمیشگی کرنا، نماز کی پابندی کرنا، باجماعت ادا کرنا، یہ اسلام کا دوسرا ستون ہے۔ کلمہ پڑھ لیا، الحمدللہ! دل کے اعتبار سے پاک ہوگئے اور زبان کے اعتبار سے اس کا اظہار ہوگیا، اب ہمارا کسی اور سے تعلق نہیں ہے، اب ہمارا تعلق اسلام سے ہے، مسلم معاشرہ سے ہے۔ نماز کو پابندی سے ادا کرنا اور ہمیشگی کرنا، نماز کو اہمیت دینا، یہ مسلم معاشرہ کی ایک خوبی ہے۔ دیہاتوں میں بھی الحمدللہ! بہت سارے لوگ کچھ بھی ہو جائے نماز بلکہ جماعت بھی نہیں چھوڑتے، اور عرب معاشرہ میں بھی، گاڑی میں ہیں، کہیں بھی ہیں، جائے نماز مصلیٰ ساتھ ہے الحمدللہ! جہاں نماز کا وقت ہوا اذان ہوئی تو وہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم بجالاتے ہیں، یہاں بھی الحمدللہ! ایسا ہوتا ہے۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے: ”من اقام الصلوٰۃ فقد اقام الدین ومن ہدم الصلوٰۃ فقد ہدم الدین“ ”جس نے نماز کو قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا ہے اور جس

نے نماز کو ضائع کر دیا اس نے دین کو گرادیا۔“ نماز کی پابندی اسلام کا اتنا بڑا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے، جو کمی کوتاہی ہے اللہ ہم سے دور فرمادے۔ آمین!

اور نماز کی خوبی یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ ہو، جس طرح اس کے باطنی اثرات ہیں، اسی طرح ظاہری اثرات بھی ہیں۔ نمازی آدمی پُرسکون ہوتا ہے، نمازی آدمی مطمئن ہوتا ہے، نمازی آدمی اپنی ہر حاجت اپنے اللہ کے سامنے رکھتا ہے اور جس کا تعلق بڑے سے ہو، اس کے سکون کی کیا کیفیت ہوگی؟ ”ہمارا بڑے کے ساتھ تعلق ہے۔“ ہمارے بڑے تو اللہ ہیں اور نماز کے ذریعہ ہم اللہ سے ملاقات کرتے ہیں، مناجات کرتے ہیں، اللہ کے سامنے اپنی حاجتیں رکھتے ہیں چاہے دو لفظوں میں کیوں نہ ہو۔ آدمی یہ اہمیت سامنے رکھے کہ میں اللہ کے سامنے کھڑا ہوں اور اللہ کے لئے قیام بھی ہے، اللہ کے لئے رکوع بھی ہے، اللہ کے لئے قعود و سجود بھی ہے، ہر چیز اللہ کے لئے ہے بس۔ پہلے دل سے کہا تھا کہ یا اللہ! آپ کا حکم مانیں گے، اب ہم نے عمل سے ظاہر کر دیا اپنے پورے بدن کے ذریعہ کہ یا اللہ! سب کچھ آپ کے لئے ہے۔ ”التحیات للّٰہ والصلوٰۃ والطیبات““ ”میری زبان کے بول بھی یا اللہ آپ کے لئے، میرا مال بھی آپ کے لئے، میرا بدن، میری جتنی بدنی عبادتیں، یہ بھی سب آپ کے لئے“ ”ایاک نعبد وایاک نستعین ““ یا اللہ! عبادت بھی ہم آپ کی کرتے ہیں اور مدد بھی آپ سے مانگتے ہیں“۔ پہلے دل سے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کیا، اب ہم نے اپنے جسم کے ذریعے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا۔

ابھی عید الاضحیٰ آرہی ہے، ہم جانور ذبح کرتے ہیں اور یہ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اظہار بھی کرتے ہیں کہ اگر کوئی بیل یا اونٹ سرکشی پر اتر آئے تو دس آدمی بھی قابو نہیں کر سکتے، لیکن اسے پتہ ہے کہ میں یہ جان کس کے لئے دے رہا ہوں؟ اپنے رب کے لئے! تو وہ فرمانبردار ہو جاتا ہے، اونٹ بھی فرمانبردار ہو جاتا ہے کہ کس کے لئے جان جارہی ہے؟ اللہ کے لئے! اور یہ آپ نے حدیث سنی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حجۃ الوداع کے موقع پر اونٹ ذبح کر رہے تھے، ان میں سے آٹھ اونٹ ایسے تھے جو خود آکر اپنی گردن نیچے کر دیتے تھے۔ وہاں تو دو خوشیاں تھیں: ایک اللہ کے لئے جان جارہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں جارہی ہے۔ کون سرتابی کرے گا؟ جانوروں میں بھی اللہ نے یہ بات رکھ دی ہے۔ ورنہ اگر اونٹ یا بیل ضد پر آجائے تو کسی انسان کے بس میں نہیں آتے۔ اللہ نے انہیں مسخر کیا ہے: ”کَذٰلِکَ سَخَّرَھَا لَکُمْ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰاکُمْ“ (الحج:۳۷) ”اللہ نے ان جانوروں کو تمہارے تابع کر دیا تا کہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو جیسے اللہ نے تمہیں ہدایت دی، تمہاری راہنمائی کی“۔ یہ بھی اللہ کی بڑائی ہے کہ میرا مال بھی اللہ کے لئے قربان، میری جان بھی اللہ کے لئے قربان، اس مقام پر آکر آدمی نماز ادا کرے کہ میرا سب کچھ اللہ کے لئے ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ سکھا گئے، قرآن میں ان کی دعا آتی ہے: ”اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔“ (الانعام:۱۶۲،۱۶۳) آپ فرما دیجئے! میری نماز، میری تمام عبادات، میری زندگی کا مقصد اور میری موت یہ سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ کے لئے کیا جاتا ہے۔ میرے بھائیو! نماز بھی اللہ کے لئے پڑھی جاتی ہے، یا اللہ! یہ میرے اعضاء آپ کی عظمت، آپ کی کبریائی کے لئے استعمال ہو رہے ہیں، میری پیشانی بھی آپ کے لئے، میرا قیام بھی آپ کے لئے، رکوع بھی آپ کے لئے، سجود بھی آپ کے لئے، قعود بھی آپ کے لئے، یا اللہ! میرا قول، میرا عمل، میرا مال، میرا جسم سب آپ کے لئے۔ نماز میں یہ اظہار ہوتا ہے اور جب آدمی اس انداز کی نماز پڑھتا ہے تو اس کا لطف کچھ اور ہوتا ہے۔ اللہ سے ملاقات کے بعد آدمی ٹھنڈک محسوس کرتا ہے۔ یہ اسلام کا دوسرا عمل ہے جس کا مسلمان اپنے جسم کے ذریعہ اظہار کرتے ہیں، بدنی عبادت اسے کہا جاتا ہے۔

اور اس کے ساتھ تیسرا ستون ”ایتائے زکوٰۃ“ ہے۔ الحمدللہ، ثم الحمدللہ! ہمارے مسلمان بھائی یہ فریضہ بھی ادا کرتے ہیں، بہت سکون ملتا ہے کہ کتنے لوگ آکر پوچھتے ہیں: ”میرے پاس یہ چیز، یہ چیز، یہ چیز....“ حالانکہ کچھ نہیں ہوتا لیکن پوچھ رہا ہے کہ: ”مجھ پر زکوٰۃ ہے؟ بھئی نہیں ہے۔ میں دیدوں پھر؟ بھئی دیدو گے تو اللہ کے ہاں آپ کے لئے اجر ہوگا، باقی فریضہ آپ پر نہیں ہے۔“ یہ اسلام ہی ہے نا جو بلوا رہا ہے کہ مجھ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ گویا وہ اپنے آپ کو تیار رکھے ہوئے ہے کہ اگر زکوٰۃ مجھ پر ہوئی تو میں ادا کروں گا اور جن پر ہوتی ہے وہ ادا کرتے ہیں، کوئی پس و پیش، کوئی حیل و حجت نہیں کرتے، یہ کیا ہے؟ اپنے

عمل سے بتارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے میں نے اپنی گردن جھکادی، میرا مال بھی اللہ کے لئے ہے: ''اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ'' (البقرہ:۲۷۴) ''جو لوگ مال خرچ کرتے ہیں دن کو بھی رات کو بھی علانیہ بھی اور چھپ کر بھی ان کے لئے ان کے رب کے ہاں اجر ہے اور ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' ''اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ'' (یونس:۶۲) جو بشارت اللہ نے اپنے ولی کے لئے دی ہے کہ: ''جو اللہ کے دوست ہیں ان پر نہ کوئی خوف اور نہ غم۔'' وہی بشارت اللہ نے مال خرچ کرنے والے کے لئے بھی دی ہے۔ جو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے، راتوں کو بھی، دن کو بھی، چھپ کر بھی، علانیہ بھی ان کے لئے ان کے رب کے ہاں اجر ہے، یہ بشارت ہے کہ ان پر آخرت کا کوئی خوف نہیں ہوگا اور دنیا کے چھوٹنے کا انہیں کوئی غم نہیں ہے۔ یہ اسلام کی تیسری بنیاد ہے، تیسرا ستون ہے۔ الحمدللہ! مسلمان آج بھی اس پر عمل کررہا ہے۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ۔

کئی سال پہلے یہ سروے ہوا تھا کہ مال خرچ کرنے میں جتنا پاکستانی لوگ آگے ہیں، اتنا کوئی نہیں ہے۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا بڑا انعام اور بڑا احسان ہے اور ساتھ یہ بھی کہ اللہ نے جو دل اہل کراچی کو دیا ہے وہ پورے پاکستان میں نہیں ہے اور میں آپ بتاؤں کہ اس کے پیچھے علماء کی محنت ہے، کیونکہ وہ بتاتے ہیں، وہ جب بتاتے ہیں تو یہ ان باتوں کو لیتے ہیں اور جب لیتے ہیں اسی طرح اس پر عمل کرتے ہیں تو دنیا بھی بنتی ہے اور آخرت بھی بنتی ہے، کیونکہ اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے سے مال بڑھتا ہے، گھٹتا نہیں ہے۔ ''یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ'' (البقرہ:۲۷۶) ''اللہ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں۔'' اس سے مال بڑھتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''انفق یا ابن آدم! انفق علیک'' (متفق علیہ، مشکوٰۃ:۱۶۴) ''خرچ کرو، خرچ کیا جائے گا۔'' روکو گے روک دیا جائے گا، تو یہ اللہ کا فضل اور اس کا کرم ہے۔

چوتھی چیز ''صوم رمضان'' ہے، یہ بھی اسلام کا ستون ہے، جس پر ہم نے ابھی پورا ایک مہینہ عمل کیا الحمدللہ! کوئی ہمیں دیکھ نہیں رہا ہوتا، آدمی کھانا چاہے، کھا سکتا ہے۔ پینا چاہے، پی سکتا ہے، اپنی اغراض پوری کرسکتا ہے۔ لیکن دل کے اندر ایمان ہے کہ میرا اللہ مجھے اس پر اجر دے گا اور پندرہ سولہ گھنٹے ایک مسلمان بھوک پیاس برداشت کرتا ہے اور ویسے دیکھو روزہ میں پتہ بھی نہیں چلتا۔ یہ وہ حدیث ہے کہ جب آدمی کا ایمان مضبوط ہوتا ہے پھر اللہ اس کو کھلاتے بھی ہیں، اللہ اسے پلاتے بھی ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، ہماری بھی رعایت ہے، اسلام نے ہماری رعایت رکھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل روزے رکھتے تھے، صحابہ کرامؓ نے بھی شروع کردیئے، اب ظاہر ہے کہ طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں، ہر آدمی برداشت نہیں کرتا، حکم کے درجہ میں اللہ نے منع کردیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا: ایسا نہیں کرو! میرا رب تو مجھے کھلاتا بھی ہے، مجھے پلاتا بھی ہے۔ لیکن میں نے کہا کہ ایک مہینہ جب روزہ رکھتے ہیں تو ہر مسلمان کو بھی اس کا احساس ہوتا ہے، طاقت کس کی طرف سے آتی ہے؟ اللہ کی جانب سے آتی ہے! ایک ایک منٹ کا بھی خیال رکھا جاتا ہے کہ کبھی ایک منٹ میں جلدی افطار نہ کرلوں، میرا اجر ضائع نہ ہوجائے، کوئی بے صبری، کوئی بے تابی نہیں ہوتی، الحمدللہ! چھوٹے بچے بھی چاہتے ہیں کہ ہم بھی روزہ رکھیں، بڑے بھی روزہ رکھ رہے ہیں لیکن ہمارے بعض بھائی بس خیالی سی بیماریوں کا بہانہ بناکر روزے سے محروم رہتے ہیں۔ یہ غلط بات ہے، بہت افسوس کی بات ہے۔ میرے بھائیو! ایک مسلمان آدمی سے اس کا تصور نہیں ہوسکتا کہ وہ روزہ چھوڑ دے۔

میں نے حدیث سنائی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو آدمی بغیر کسی عذر کے اور بغیر کسی بیماری کے ایک روزہ بھی چھوڑ دے، پھر پوری زندگی روزے رکھتا رہے لیکن اس روزہ کا اجر وثواب نہیں پاسکتا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص:۱۷۷) لیکن اکثریت الحمدللہ! رکھتی ہے، کتنے ہمارے ایسے بھائی ہیں جو روزہ رکھنے کے باوجود مشقت کا کام بھی کرتے ہیں، محنت مزدوری کا کام بھی کرتے ہیں لیکن اللہ ان کو بھی ہمت دیتا ہے، یہی وہ چیز ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کیا ہوا ہے!

کلمہ میں ہم نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کیا، نماز میں ہم نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کیا، زکوٰۃ میں اپنے مالوں کو ہم نے اللہ کے سپرد کیا اور روزہ میں ہم نے اپنے آپ کو کس کے سپرد کیا بھائی؟ اللہ کے سپرد کیا۔

پانچویں چیز ''حج بیت اللہ'' ہے، جو مالی

اور جسمانی دونوں چیزوں کا مجموعہ ہے۔ مالی عبادت بھی ہے، بدنی عبادت بھی ہے۔ صحیح معنوں میں حج وہی ہے کہ آدمی اپنے ظاہر اور باطن کے اعتبار سے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرے۔ علماء کرام نے لکھا ہے کہ حج کا معاملہ بالکل میت کی طرح ہے کہ آدمی مر گیا، اس کا اپنا کوئی اختیار نہیں چل رہا، اب اس کے ورثاء، مسلم معاشرہ اسے اٹھائیں گے، نہلائیں گے، کفن دیں گے، اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی، پھر قبرستان لے جایا جائے گا اور پھر قبر کے سپرد کر دیا جائے گا، اب وہ جانے اور اس کا رب جانے! حج کا معاملہ بھی بالکل یہی ہے کہ آدمی اپنے آپ کو اتنا تیار رکھے کہ میں اللہ کے سپرد ہو گیا، اب اس میں اپنی رائے، اپنی مرضی، اپنا اختیار بالکل نہیں چلتے ہیں۔ اور اللہ دکھاتے ہیں کہ آپ اچھا لباس پہنتے ہوں گے، اچھا جوتا پہنتے ہوں گے، اچھی خوشبوئیں استعمال کرتے ہوں گے لیکن اللہ کا اب حکم یہ ہے کہ اب آؤ تو سارے ایک جیسے بن کر آؤ، مردہ بن کر آؤ اور اپنا کفن والا لباس پہن کر آؤ! جوتے، اس کی اونچ نیچ، اتنے کا اور اس کمپنی کا اور فلاں.... یہ سب چھوڑ چھاڑ کر آجاؤ! بس ایک واجبی سی چپل پاؤں میں پہن لو تاکہ پاؤں جلے نہیں۔ یہ بھی اللہ کا کرم ہے، اگر اللہ فرمادیتے کہ ننگے پاؤں آجاؤ، اسے اختیار ہے۔

تو میرے بھائیو! یہ پانچوں جو عبادات کے ستون ہیں، اس کا معنی اور موٹی موٹی عبادتوں کا خلاصہ اور نچوڑ کیا ہے؟ ''اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرنا'' ان پانچ ارکان، بنیادوں، ستونوں کو سامنے رکھ کر اب ایک مسلمان کی زندگی میں کھانا بھی اپنی مرضی کا نہیں، اللہ کی مرضی کا۔ پہننا میری مرضی کا نہیں، اللہ کی مرضی کا۔ ہر ایک چیز میں میرا کوئی اختیار نہیں۔ میرے رب نے جو فرمادیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کر کے دکھا دیا، میں نے وہی کرنا ہے۔ یہ ہے صحیح معنوں میں مسلمان اور ایسے لوگوں کو مسلم معاشرہ کہا جاتا ہے کہ جنہیں دیکھتے ہی دین کا پتہ چلے، جنہیں دیکھتے ہی دین کا احساس ہو، اور جنہیں دیکھتے ہی رب کی یاد آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''اللہ کا ولی وہ ہے کہ اسے دیکھتے ہی اللہ یاد آجائے۔'' (تفسیر ابن کثیر، ج:۳، ص:۲۹۷، ط: رشیدیہ)

اور مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان بن جائے تو میرے بھائیو! سارے مسلمان اللہ کے ولی بن جاتے ہیں، اللہ کے دوست بن جاتے ہیں اور پھر انہیں دیکھ کر دنیا دین کی طرف آتی ہے، اسلام کی طرف آتی ہے اور اسلامی احکام کی طرف آتی ہے، پھر اسلام کا بول بالا ہوتا ہے، اسی کو کہتے ہیں: ''وکلمة الله هي العليا'' (التوبہ:۴۰) ''اللہ کا جو کلمہ ہے یہ بلند ہونے کے لئے آیا ہے۔'' اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ حج کا میں نے ذکر کیا ہے، ان شاء اللہ! بقیہ باتیں اگلے جمعہ عرض کروں گا۔

☆☆..........☆☆

قادیانی کا اپنے رفقاء کو مناظرے کا چیلنج ...... مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

لاہور..... ایک دن راقم الحروف دفتر ختم نبوت مسلم ٹاؤن لاہور میں بیٹھا ہوا تھا کہ چند نوجوان دفتر میں آئے اور تعارف کراتے ہوئے کہا کہ ہم فلاں فیکٹری میں کام کرتے ہیں، ہمارا ایک ساتھی قادیانی ہے۔ اس سے ہمارا بحث مباحثہ ہوتا رہتا ہے۔ آج اس نے چیلنج دیتے ہوئے کہا کہ مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی (اہلحدیث)، مولانا علامہ محمود احمد رضوی (بریلوی)، مولانا عبدالقادر آزاد (دیوبندی) ان میں سے جو چاہے میرے ساتھ مناظرہ کر لے۔ چنانچہ ہم مذکورہ بالا حضرات کی خدمت میں حاضر ہوئے بالخصوص مولانا عبدالقادر آزادؒ نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ اس وقت راقم کی داڑھی میں ایک بال بھی سفید نہیں تھا۔ میں نے ہاں میں جواب دیا، انہوں نے کم سن سمجھ کر بار بار کہا، میں نے بار بار ان کی تسلی کرائی۔ راقم نے انہیں اپنا وزیٹنگ (تعارفی) کارڈ دیا اور ان تمام احباب کے نام تحریر کر لئے اور ان کے فون نمبر بھی اور یہ پوچھا کہ آپ کب جواب دیں گے؟ انہوں نے اگلے دن دوپہر کا وعدہ کیا، وہ دن پورا گزر گیا، ان کا کوئی جواب نہ آیا تو راقم نے اگلے دن ان سے فون پر پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ قادیانی کہتا ہے اس مولوی سے بات نہیں کرنی تو مجھے مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر کا وہ چیلنج یاد آیا جو مولانا فرماتے تھے کہ: ''قادیانی زہر کا پیالہ پی سکتا ہے، لیکن لال حسین کے ساتھ مرزا قادیانی کے کردار پر بحث و مناظرہ نہیں کرے گا۔'' یہ صرف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام کی برکت تھی کہ اس قادیانی نے چیلنج کے باوجود میدان مناظرہ میں آنے سے انکار کر دیا۔

اسراف: متعدد خرابیوں کا سرچشمہ

ڈاکٹر عبدالرؤف خان

اسراف کا ان معاشرتی برائیوں میں شمار ہوتا ہے جو کئی معاشرتی برائیوں کا مجموعہ ہوتی ہیں اور جن سے مزید کئی برائیاں جنم لیتی ہیں، مثلاً اسراف میں ریاکاری، تکبر اور دوسروں کی حق تلفی جیسی برائیاں شامل ہیں اور رشوت ''کرپشن'' لوٹ مار اور جائز و ناجائز ہر طریقے سے دولت اکٹھی کرنے جیسی برائیاں اس سے جنم لیتی ہیں، اسراف اگر گھریلو معیشت کو تباہی سے دوچار کرتا ہے تو یہ قوم کے اقتصادی انحطاط کا بھی ایک بڑا سبب ہے، اسی لئے قرآن مجید نے اسے ایک بڑی برائی کے طور پر لیتے ہوئے اس میں مبتلا افراد کو شیطان کے بھائی قرار دیا ہے۔ مثلاً:

''وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ○ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا۔''

(بنی اسرائیل:۲۶،۲۷)

ترجمہ: ''فضول خرچی نہ کرو، فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔''

سورۂ اعراف میں فرمایا:

''وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ'' (الاعراف:۳۱)

ترجمہ: ''اور کھاؤ پیو مگر حد سے تجاوز (یعنی فضول خرچی) نہ کرو بے شک اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

سورۂ انعام میں فرمایا:

''كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ'' (الانعام:۱۴۱)

ترجمہ: ''(درختوں کے پھل) کھاؤ ان کی پیداوار جب کہ یہ پھلیں اور اللہ کا حق ادا کرو جب ان کی فصل کاٹو اور حد سے نہ گزرو (زیادہ خرچ نہ کرو) کہ اللہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

سورۂ فرقان میں فرمایا:

''وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا''

(الفرقان:۶۷)

ترجمہ: ''خرچ کرنے لگیں تو فضول خرچی نہ کریں اور نہ بخل کریں بلکہ ان کا خرچ افراط و تفریط کے درمیان کا ہوتا ہے۔''

اسراف کے لغوی معنی اگرچہ حد سے گزرنے کے ہیں، مگر اس سے مراد ناجائز، فضول، غیر ضروری اور غیر مفید کاموں پر دولت خرچ کرنا ہے، فضول خرچی کے لئے قرآن مجید میں دوسرا لفظ تبذیر استعمال ہوا ہے۔ تبذیر کے معنی ہیں زمین میں بذر (خرچ) کو فضول پھینک دینا اور مبذر سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اپنے مال کو ضائع کرنے والا ہو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں: ''مال کو باطل اور ناجائز جگہوں پر خرچ کرنا۔''

مجاہد کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے تمام مال کو حق کی راہ میں خرچ کرے تو وہ مبذر (فضول خرچ) نہیں کہلائے گا اور اگر وہ ایک کلو چیز بھی (یعنی نہایت قلیل) ناحق جگہ پر خرچ کرے تو وہ مبذر ہے جبکہ زجاج کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے علاوہ خرچ کرنا تبذیر ہے۔ (تبیان القرآن)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی کا کہنا ہے کہ: ''مال کو ضائع کرنا اور اس کو فضول اور بے فائدہ خرچ کرنا تبذیر ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سعد کے پاس سے گزر ہوا وہ اس وقت وضو کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! یہ کیا اسراف کر رہے ہو؟ انہوں نے پوچھا: کیا وضو میں بھی اسراف ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! خواہ تم دریا کے بہتے ہوئے پانی سے وضو کر رہے ہو۔

(سنن ابن ماجہ بحوالہ تبیان القرآن)

فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ تین بار سے زیادہ

اعضا کو دھونے میں پانی اور وقت دونوں کا ضیاع ہوتا ہے اور یہی اسراف ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں قرابت داروں، مسکینوں اور مسافروں کے حقوق کے ذکر کے بعد فضول خرچی سے منع کیا گیا ہے، اس حوالے سے مولانا امین احسن اصلاحی صاحب تدبر قرآن میں لکھتے ہیں: ’’اس ہدایت کی ضرورت اس وجہ سے تھی کہ حقوق کی ادائیگی کا انحصار اس عمل پر ہے کہ آدمی اپنی ضروریات و خواہشات کے معاملے میں معتدل، کفایت شعار اور میانہ رو ہو، جو شخص مسرف اور فضول خرچ ہو، اس کے اپنے ہی شوق پورے نہیں ہو پاتے، وہ دوسرے کے حقوق کیا ادا کرے گا۔ شیطان ارباب مال پر سب سے زیادہ حملہ اسی راہ سے کرتا ہے، وہ ان کو طرح طرح کی آرزوئیں اور خواہشوں میں پھنساتا ہے اور وہ ان خواہشات و تعیشات کے ایسے غلام ہوجاتے ہیں کہ ان کے نزدیک ان کا درجہ ضروریات سے بھی کچھ بڑھ کر ہوجاتا ہے، ایسے لوگ بھلا کس طرح سوچ سکتے ہیں کہ جس مال میں ان کے یہ اللے تللے ہیں، اس میں خدا کے بندوں کے بھی حقوق ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے کتے، باز اور شکرے تو آسودہ رہتے ہیں لیکن ان کے پڑوسی بھوکے سوتے ہیں۔‘‘

مزید لکھتے ہیں: ’’ہر غنی سے اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ اس کے پاس جو مال ہے، اس میں دوسروں کے بھی حقوق ہیں، اس وجہ سے اس کے لئے اس سے فائدہ اٹھانا تو مباح ہے لیکن اسراف وتبذیر جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مسرفین کو دوست نہیں رکھتا۔ ’’دوست نہیں رکھتا‘‘ کے الفاظ معمولی نہیں ہیں، اس لئے کہ خدا جن کو دوست نہیں رکھتا لازماً وہ اس کے نزدیک مبغوض ہیں۔‘‘ (تدبر القرآن، ج:۴)

اسلام میں جہاں دولت کمانے کے حلال طریقے اور حدود ہیں، شریعت نے خرچ کرنے کے بھی حدود مقرر کر رکھے ہیں، اسلام کسی مسلمان کو کھلی چھٹی نہیں دیتا کہ وہ اپنی دولت کو جس طرح چاہے خرچ کرے، ہر مسلمان اپنی دولت خرچ کرنے میں اس بات کا پابند ہے کہ اسراف و کنجوسی کا مظاہرہ نہ ہو بلکہ حد اعتدال پر رہے۔ فضول خرچ افراد کو قرآن نے شیطان کا بھائی قرار دیا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اسراف و تبذیر کی قباحت میں وہ افراد شیطان کے مشابہ ہیں یعنی جس طرح شیطان قبیح کام کرتا ہے، اسی طرح وہ کرتے ہیں۔

علامہ غلام رسول سعیدی تبیان القرآن کا مصنف لکھتا ہے: ’’شیطان اپنے رب کا بہت ہی ناشکرا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ شیطان اپنے آپ کو اللہ کی معصیت میں اور زمین میں فساد پھیلانے میں اور لوگوں کو گمراہ کرنے میں اور ان کو نیکیوں سے روکنے میں خرچ کرتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو مال اور منصب عطا فرمایا ہو اور وہ اپنے مال اور منصب کو ان کاموں میں خرچ کرے جن کاموں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال اور منصب کی نعمتوں کی بہت زیادہ ناشکری کرنے والا ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ مبذرین اور مسرفین شیطان کے بھائی اور اس کے قرین ہیں، کیونکہ وہ اپنی صفات اور افعال میں شیطان کے موافق ہیں، پھر چونکہ شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے، اس لئے وہ بھی اپنے رب کے ناشکرے ہیں۔‘‘

اسلام نے مسلمانوں کو جہاں اسراف و تبذیر سے روکا وہیں کنجوسی سے بھی سختی سے منع کیا، جیسا کہ مذکورہ بالا سطور میں سورۂ فرقان کے حوالے میں بیان ہوا ہے کہ نہ فضول خرچی کریں اور نہ بخل کریں۔ سورۂ بنی اسرائیل میں بھی اللہ تعالیٰ نے بڑا واضح کر کے فرمایا ہے:

’’وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا‘‘ (آیت:۲۹)

ترجمہ: ’’نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔‘‘

اس آیت میں بخیل اور مسرف کی کیسی خوبصورت تصویر کھینچی گئی ہے، جو فرد اپنے ہاتھ گردن سے باندھ کر رکھے وہ بخیل اور جو مکمل کھلے چھوڑے رکھے وہ مسرف۔ سورۂ فرقان کی آیت ۶۷ اور بنی اسرائیل کی مذکورہ بالا آیت دونوں سے عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ میانہ روی کو پسند کرتا ہے اور میانہ روی ہی بہترین طریق کار ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میانہ روی نبوت کا ایک حصہ ہے۔‘‘ (کنزالعمال)

مزید فرمایا: ’’میانہ روی معاشی زندگی کی خوشگواری کا نصف ہے۔‘‘ (کنزالعمال)

ابوداؤد کی روایت ہے: ’’اچھی سیرت اور اچھا طریقہ اور اعتدال نبوت کے پچیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔‘‘

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص نے اعتدال اور میانہ روی اختیار کی وہ تنگ دست نہیں ہوگا۔‘‘ (مسند احمد)

اب آپ اپنے اردگرد نظر دوڑائیں کہ

ہماری قوم کس حد تک اسراف میں مبتلا ہے، شادی بیاہ کی رسومات کو دیکھ لیں کہ ان پر کس طرح گندے پانی کی طرح دولت بہائی جاتی ہے۔ سالگرہ، بسنت اور ایسی دیگر فضول رسومات پر بھی لاکھوں اڑا دیتے ہیں، غریب رشتے داروں اور ہمسایوں کو ایک کوڑی نہیں دیتے۔ ملازمین کی تنخواہ نہیں بڑھاتے باوجود کہ ان طبقوں کا مال دار کے مال میں اللہ کی طرف سے حصہ مقرر ہے اور ان کو یہ حصہ دینا فرض ہے، کوئی نفلی عبادت نہیں، زکوٰۃ اور حج بھی فرض ہے، ان تمام فرائض کو چھوڑ کر شادی بیاہ اور دیگر رسومات پر لاکھوں کا اسراف ہوتا ہے۔ معاملہ صرف تقریبات کے اسراف تک نہیں مکان، گاڑیاں، لباس، زیور غرضیکہ ہر چیز اسراف کی لپیٹ میں ہے۔ اسراف اور نمود ونمائش لازم وملزوم ہیں اور نمود ونمائش دوسروں کے اندر بھی دولت حاصل کرنے کی ہوس کو جنم دیتی ہے اور پھر یہ ہوس رشوت و کرپشن، ناپ تول میں کمی، ملاوٹ دوسروں کے مال اور جائیدادوں پر ناجائز قبضہ، اغوائے برائے تاوان، ڈاکہ زنی، جسم وضمیر فروشی اور دیگر بے شمار برائیوں اور جرائم کا باعث بنتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ صاحب ثروت اپنی دولت میں اپنے قرابت داروں، ہمسائیوں، مسکینوں اور ملازمین کا حق تسلیم کرلیں۔ جب یہ ان کو ان کا حق دیں گے تو اسراف کے لئے دولت نہیں بچے گی، خود بخود اعتدال اور میانہ روی آجائے گی اور معاشرے میں اخوت وبھائی چارے کو فروغ ملنے کے ساتھ ساتھ امن وامان بھی ملے گا، دولت مندوں کے ساتھ ساتھ معاشی طور پر لوئر مڈل کلاس میں شامل لوگ بھی اسراف میں مبتلا ہیں۔ یہ لوگ قرض لے کر اور بعض حکومتی اداروں سے امداد لے کر اپنی استطاعت سے بڑھ کر خرچ کرتے ہیں۔ اہل خیر اپر کلاس کے ہوں یا لوئر مڈل کلاس کے سب کو مل کر اسراف وبخل کے خلاف مہم چلانی ہوگی۔ اس وقت صورت حال مایوس کن ہے کہ سوائے ایک آدھ استثناء کے ہم مسرفین یعنی فضول خرچ لوگوں کی ان کے سامنے تعریف کرکے اسراف کی حوصلہ افزائی ہی کررہے ہیں۔ مسرفین کی حوصلہ افزائی کرنے کے بجائے اس بات کو فروغ دیں کہ ''ضرورت سے زائد ایک پیسہ بھی خرچ کرنا اسراف میں شامل ہے اور اگر ضرورت ہو تو ایک پیسے کی بچت بھی بخل ہے۔'' ضرورت کا تعین کیسے کیا جائے؟ یہ ایک مشکل اور نہایت پیچیدہ سوال ہے، اس کا جواب ہر فرد کا ضمیر ہی دے سکتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی سیرت ہماری راہنمائی کرسکتی ہے لیکن کیا ہے کسی صاحب ثروت اور صاحب اقتدار کے اندر یہ ہمت کہ وہ ان کے ''معیار ضرورت'' کو اپنے لئے ''معیار ضرورت'' تسلیم کرلے؟ ☆☆

جڑانوالہ میں ایک قادیانی سے گفتگو

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

راقم الحروف ایک ہفتہ کے دورہ سے کوئٹہ سے ملتان پہنچا۔ کوئٹہ میں مجھے ملیریا ہوگیا تھا۔ بخار کی حالت میں ملتان واپسی ہوئی۔ اپنی کیفیت بیان کی اور حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری دامت برکاتہم سے اجازت لے کر بس اسٹینڈ پر آیا اور خان برادر (کے بی) بس میں ملتان سے شجاع آباد کے لئے سوار ہوگیا۔ ابھی عزیز ہوٹل کے اسٹاپ پر پہنچا تھا کہ دفتر سے کال آئی کہ حضرت ناظم اعلیٰ صاحب فرماتے ہیں آپ واپس آجائیں، جڑانوالہ میں ایک قادیانی سے گفتگو کرنا ہے۔ فلاں صاحب نے وعدہ کیا تھا لیکن ان کا فون مسلسل بند جارہا ہے۔ راقم نے اپنی بیماری کی کیفیت بیان کی حضرت نے فرمایا: اللہ پاک صحت عطا فرمائیں گے۔ آپ وہاں کے مسلمانوں کی عزت کا احساس فرمائیں۔

بہرحال بخار کی حالت میں جڑانوالہ کے مذکورہ چک میں پہنچا تو آگے وہی قادیانی مربی موجود تھا جو اوکاڑہ میں تھا، اس کا نام مبشر تھا اور تھا بھی راجپوت۔ راقم نے کہا کہ تو آگے آگے میں پیچھے پیچھے، میں تیرا تعاقب کروں گا۔ اصل مسئلہ تو مسلمان متاثرین کا تھا۔ اللہ پاک نے تو ان کے شکوک وشبہات کا ازالہ فرمایا اور قادیانی خائب وخاسر ہوا۔

جڑانوالہ شہر میں آکر خطیب شہر مولانا ممتاز احمد کلیار مدظلہ کو گفتگو کی روداد سنائی۔ مولانا بہت خوش ہوئے اور انہوں نے اپنے ملنے والے ایک ڈاکٹر سے دوائی بھی دلوائی لیکن ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' ڈاکٹر صاحبان بخار کی ادویات دیتے رہے جبکہ وہ ملیریا تھا۔ بعدازاں سرگودھا مرکز اہل سنت حضرت مولانا محمد الیاس گھمن مدظلہ کی ڈسپنسری سے اینٹی ملیریا دوائی لی اور اللہ پاک نے صحت وعافیت سے سرفراز فرمایا۔

ملی قائدین..... امتیازات وخصوصیات

ایک تجزیاتی مطالعہ

مولانا ابودانیال محمد رضی الرحمٰن، مدینہ منورہ

پاکستان کی موجودہ صورت حال کو سمجھنے کے لئے صاحب بصیرت یا بہت ہی زیادہ عقل مند ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ معمولی سمجھ بوجھ والا انسان بھی اس کو کسی نہ کسی حد تک سمجھ رہا ہے اور اسے یہ اندازہ ہو رہا ہے کے ایک منظم سازش کے تحت ملک کو ایک خاص رخ اور جہت پر لے جانے کی کوشش کی جا رہی ہے، ایسی حالت میں مسلمانوں کے ملی قائدین کی ذمہ داریاں بہت بڑھ جاتی ہیں۔

ذیل کی سطروں میں قرآن کریم، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی، خلفائے راشدین کے احوال اور علمائے امت کی تابندہ تاریخ کی روشنی میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ ملی قائدین کے اوصاف کیا ہونے چاہئے؟ اور ان کے اندر کون کون سی خصوصیات ہونی چاہئے؟ جس سے جہاں ایک طرف ملی قائدین کو اپنے سلسلے میں غور وفکر کی دعوت دینا مقصود ہے، وہیں دوسری طرف اس سے عوام کو یہ سمجھنے میں سہولت ہوگی کہ حقیقی معنوں میں ہمارے قائد کون ہیں، جن کے مشورے پر اور ان کے زیر قیادت انفرادی واجتماعی معاملات میں ہمیں چلنا چاہئے۔

۱- اخلاص: سب سے پہلی اور بنیادی صفت جو ملی قائد کے اندر ہونی چاہئے وہ مخلص ہونا ہے کہ ملی قیادت کا مقصد نہ تو نام ونمود ہو اور نہ ہی دوسری حقیر دنیوی منفعت، بلکہ اس کے پیچھے مقصد صرف اور صرف اللہ کی رضا اور انسانیت کو نفع پہنچانا ہو۔ حدیث پاک میں ہے کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے (صحیح بخاری، حدیث نمبر:۱) کہ نیت کی بہتری معمولی عمل کو بھی خاص بنا دیتی ہے اور نیت کی خرابی بڑے سے بڑے عمل کو ضائع کر دیتی ہے، چنانچہ حدیث پاک میں ایک مجاہد، ایک عالم اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والے ایک مالدار کا تذکرہ آیا ہے کہ تینوں کا مقصد اللہ کی رضا نہیں تھی؛ بلکہ دنیوی عزت اور نام ونمود ان کا مقصد تھا، ایسے تینوں لوگوں کو کھینچ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر:۵۰۹۱) ان دونوں احادیث پاک سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی اور سچا قائد وہ ہے، جس کی نیت محض اللہ کی رضا اور انسانیت کو نفع پہنچانا ہو۔

۲-ادب اختلاف کو ملحوظ رکھنا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کے ذہن کو اور ان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو مختلف بنایا ہے، چنانچہ باہمی رائے کا مختلف ہونا اور ایک ہی معاملہ میں دو یا اس سے زیادہ نقطۂ نظر کا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی قابل مذمت بات ہے، لیکن قابل مذمت چیز یہ ہے کہ رائے کے اختلاف کوئی جہتوں سے سوچنے سمجھنے کی کوشش کے بجائے مخالفت اور دلوں کے بیچ دوری کا ذریعہ بنا لیا جائے۔ کیونکہ جہاں رائے کا مختلف ہونا رحمت ہے، وہیں اس کی وجہ سے مخالفت اور باہمی نا اتفاقی کی فضا کا پیدا ہونا امت کے لئے بدترین قسم کی مصیبت ہے۔ (سورہ انفال:۴۶)

چنانچہ ملی قائدین کے لئے خصوصیت سے یہ بات ضروری ہے کہ وہ ادب اختلاف کو جانیں اور سمجھیں اور اختلاف کی صورت میں ہمیشہ ادب اختلاف کو ملحوظ رکھیں کہ اس صورت میں اس سے فکر کے نئے دروازے وا ہوتے ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ انتشار کی مصیبت سے بھی امت محفوظ رہتی ہے۔

۳-فروعی مسائل کے اختلاف سے بلند ہو کر متفق ہونا اور رکھنا: امت کی ایک بڑی جماعت ایسی ہے کہ اعتقاد اور اخلاقیات کے باب میں ان کے درمیان اتفاق ہے، لیکن بعض فروعی اور روزمرہ کے بعض جزوی مسائل میں ان کے بیچ اختلاف ہے اور یہ جزوی مسائل میں اختلاف کا ہونا درحقیقت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منشا کے مطابق ہے، کیونکہ جس طرح اعتقاد اور اخلاقیات کے مسائل کو قرآن وسنت میں واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے، اسی طرح اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان جزوی مسائل کو بھی ایسی وضاحت اور

تفصیل کے ساتھ بیان کر سکتے تھے کہ اس میں دوسری رائے کی کوئی گنجائش ہی نہ رہے، لیکن ایسا نہیں کیا، جو اس بات کا صاف پتہ دیتا ہے کہ ان فروعی مسائل میں اختلاف کا ہونا اور اس سے امت کے لئے مختلف راہوں اور آسانیوں کا پیدا ہونا منشائے خداوندی ہے۔

ملی قائدین کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ان جزوی مسائل میں چاہے جو بھی رائے رکھتے ہوں اور جس رائے پر بھی ان کا عمل ہو، لیکن وہ ان جزوی مسائل کے اختلاف میں نہ الجھیں؛ بلکہ امت کے وسیع تر مفاد میں اتفاقی بنیادوں پر تمام لوگوں کو جوڑ کر رکھنے کی کوشش کریں اور المسلمون کجسد واحد کی تعبیر بنا کر امت کو رکھنے کی کوشش کریں۔

۴- دوسرے مذاہب کے لوگوں سے تعلقات استوار رکھنا: اسلامی نقطۂ نظر سے اس روئے زمین پر جتنے بھی لوگ ہیں، ان کی دو قسمیں ہیں: ایک امت اجابت، دوسری امت دعوت۔ امت اجابت ان لوگوں کو کہتے ہیں جنھوں نے بطور دین ''اسلام'' کو قبول کر رکھا ہے اور وہ مسلمان ہیں۔ امت دعوت ایسے لوگوں کو کہتے ہیں جو مسلمان نہیں ہیں، وہ یا تو اسلام کے علاوہ کسی اور دین کے پیروکار ہیں، یا مطلق کسی دین کو مانتے ہی نہیں ہیں۔ پہلی قسم کو امت اجابت اس لئے کہتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کو قبول کیا اور دوسری قسم کو امت دعوت اس لئے کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے وہ دعوت دین کا محل ہیں اور مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان تک اسلام کے عقائد و نظریات کو بہتر اسلوب میں پہنچائیں۔

کسی بھی قوم تک اسلام کی دعوت پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ان کو اپنے آپ سے مانوس کیا جائے، چنانچہ ملی قائدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ مسلمانوں اور اپنے ملک اور سماج میں موجود دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان انسانیت کی بنیاد پر بہتر تعلقات اور رشتہ استوار کریں اور اسے باقی رکھنے کی کوشش بھی کرتے رہیں۔ یہ جہاں دعوت کے لئے ضروری ہے وہیں پرامن سماج کی تشکیل کے لئے بھی ضروری ہے۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں موجود کافروں اور یہودیوں سے پہلے دن سے بہتر تعلقات رکھنے کی کوشش کی تھی۔ (زاد المعاد:۳/۵۸-۵۹)

البتہ یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں سے ہمارے تعلقات کی بنیاد انسانیت، امن و امان اور سماجی فلاح و بہبودی پر ہو، ان کے ایسے مذہبی معاملات میں شرکت پر نہ ہو جو کفریہ اعتقاد پر مشتمل ہوں، کیونکہ تعلقات کے استوار رکھنے کا مفہوم ہرگز یہ نہیں کہ اپنے ملی تشخص اور دینی شعار کو نظر انداز کر دیا جائے یا اس سے غفلت برتی جائے۔

۵- ملی قائدین کی پرسنل اور پبلک (شخصی اور سماجی) زندگی: ملی قائدین کی بھی دوسرے لوگوں کی طرح شخصی اور سماجی دونوں طرح کی زندگی ہوتی ہے، لیکن یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ عام لوگوں کی شخصی زندگی کا دائرہ بہت وسیع ہوتا ہے اور سماجی زندگی کا دائرہ اس کے مقابلے میں تنگ ہوتا ہے؛ لیکن ملی قائدین کی صورت حال بالکل اس کے برعکس ہوتی ہے کہ ان کی شخصی زندگی کا دائرہ بہت تنگ ہوتا ہے اور سماجی زندگی کا دائرہ بہت وسیع ہوتا ہے۔ چنانچہ اختصار کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ملی قائدین کے لئے شخصی زندگی کا دائرہ، بس اندرون خانہ کے معاملات ہیں اور ان میں سے بھی کوئی اچھی یا بری بات باہر آ جائے، تو وہ بھی شخصی نہیں رہتی ہے، چنانچہ اس پہلو سے ملی قائدین کے لئے دو باتیں بہت ہی اہم ہیں: ایک یہ کہ اندرون خانہ کے معاملات بھی اس قدر بہتر رکھیں کہ اگر وہاں کی بھی کوئی بات باہر لوگوں کے درمیان آئے تو وہ ان کی نیک نامی ہی کا سبب بنے، دوسرے یہ کہ سماجی سطح پر کچھ کرکے یا کچھ کہہ کے ان کا یہ کہنا کہ یہ ان کا شخصی عمل یا شخصی رائے ہے نامناسب اور ناقابل قبول بات ہے، کیوں کہ وہ اسے خواہ شخصی عمل یا شخصی رائے قرار دیں لیکن اسے ان کے موافقین اور مخالفین ان کے ملی قائد ہونے کے اعتبار سے لیں گے، اور اسی اعتبار سے سماج پر مثبت یا منفی اثر پڑے گا اور ملت اسلامیہ کے بارے میں دوسرے لوگ رائے قائم کریں گے اور تبصرہ اور تجزیہ کریں گے۔

۶- شخصی زندگی کا نمونہ ہونا: گناہوں کی آلائش سے پاک انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مبارک زندگی تھی اور مکمل آئیڈیل اور نمونہ ہمارے آقا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مسعود ہے، ملی قائدین نہ تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرح معصوم ہو سکتے ہیں اور نہ ہی سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح مکمل نمونہ اور آئیڈیل؛ لیکن اتنا ضرور ہے کہ ملی قائدین کی زندگی عام لوگوں کی زندگی کے مقابلہ میں تین اعتبار سے بہت بہتر ہونی چاہئے: ایک دینی اعتبار سے کہ ظاہری طور پر فرائض و واجبات کا اہتمام کرنے والے ہوں اور عمومی دینی صورت حال عام مسلمانوں سے بہت بہتر ہو، دوسرے کردار

کے اعتبار سے کہ ان کا کیرکٹر بے داغ ہو، تہمت کی جگہوں سے بچتے ہوں اور ان کے بارے میں کوئی مبینہ کرداری کمزوری ثابت بھی نہ ہو۔ تیسرے مالی معاملات میں صاف وشفاف حساب وکتاب رکھنے والے ہوں کہ پیسوں اور زمین وجائیداد کے معاملے میں کوئی خرد برد، ان کے بارے میں ثابت نہ ہو۔

یہ ایک عمومی انسانی مزاج ہے کہ وہ خودخواہ بے دین ہو یا کیرکٹرلیس اور بے ایمان، لیکن وہ ملی قیادت کے لئے اپنے جیسے کسی بھی آدمی کو قبول نہیں کرسکتا ہے، وہ قائد کے اندر اوپر مذکور تینوں باتوں میں عام لوگوں کے مقابلہ بہتری کا خواہاں ہوتا ہے، کیوں کہ ملی قیادت کا مطلب ہوتا ہے دلوں پر حکمرانی، جس کی اجازت لوگ کسی کو ان اوصاف کے بغیر نہیں دیتے ہیں۔

۷- وسعت ظرفی: اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (سورہ عنکبوت:۶۹) یہ فرمان واضح طور پر ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تک پہنچنے اور اس کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے مختلف طریقے اور راستے ہیں، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ذات صرف اور صرف ایسی تھی کہ جس نے اللہ کی رضامندی کے حصول کے ہر طریقے کو عملی اور تعلیمی طور پر ہمیں بتایا، باقی جو لوگ ہیں، وہ فطرت کے عمومی ''تقسیم کار'' کے نظام پر کام کرتے ہیں۔

چنانچہ ملی قائدین کو یہ بات سمجھنی چاہئے کہ وہ دین اور امت مسلمہ کی ایک یا چند پہلوؤں سے خدمت کررہے ہیں، ان کے علاوہ دنیا میں بلکہ خود ان کے اردگرد سینکڑوں ایسے لوگ اور قائدین ہیں، جو اسلام اور مسلمانوں کی دوسرے پہلوؤں سے خدمت کررہے ہیں۔ تمام قائدین کے دل میں تعصب کے بجائے باہم ایک دوسرے کے حق میں وسعت ظرفی ہونا چاہئے کہ اللہ کے دوسرے بندے بھی مختلف پہلوؤں سے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں جڑے ہیں، ان کی وجہ سے ہماری ذمہ داری بہت حد تک ہلکی ہوگئی ہے اور کام آسان ہوگیا ہے۔

اپنے ہی کام کو اسلام اور مسلمانوں کا کام سمجھنا اور اسلام اور مسلمانوں کے مفاد میں دوسرے مفید کاموں کو دین کی خدمت اور اللہ کی رضاجوئی کا سبب نہ سمجھنا ذہنی تنگی اور تنگ ظرفی کی دلیل ہے، اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ بعض دوسرے کام کرنے والوں کے کام کے طریقے سے اختلاف ہوسکتا ہے یا بعض بنیادی امور میں بھی اختلاف ممکن ہے، لیکن اس اختلاف کے باوجود قائدین کو دوسروں کے صحیح کاموں کا اعتراف کرنا چاہئے اور تنگ نظری سے گریز کرنا چاہئے۔ (سورہ مائدہ:۸)

۸- سوجھ بوجھ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو سمجھ بوجھ کے اعتبار سے مختلف بنایا ہے، بعض ناسمجھ ہوتے ہیں کہ سامنے کی بات بھی انہیں سمجھ میں نہیں آتی ہے، بعض معمولی سمجھ بوجھ کے ہوتے ہیں کہ سامنے کی باتوں کو سمجھ سکتے ہیں؛ لیکن ان کا ذہن تیزی کے ساتھ معاملے کو سمجھنے اور نتیجے تک پہنچنے سے قاصر رہتا ہے، بعض لوگوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے خوب سمجھ بوجھ اور فہم وفراست ودیعت کیا ہوتا ہے اور ان کا ذہن رسا ہوتا ہے۔

ملی قائدین کی یہ بنیادی صفت ہونی چاہئے کہ ان کا ذہن رسا ہو اور ان کی سمجھ بوجھ عام لوگوں سے بہت بڑھ کر اور بہتر ہو، وہ بہت ہی تیزی کے ساتھ حالات کو سمجھ سکیں، اس کا تجزیہ کرسکیں اور نتیجے تک پہنچ سکیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگ کے موقع پر بظاہر غیر متعلق سوالات پوچھ کر مخالف فوج کی تعداد کا اندازہ کرلیا تھا، (مسند بزار، حدیث نمبر:۶۵۰) حدیث اور سیرت کی کتابوں میں اس جیسے بہت سے واقعات ملتے ہیں اور تاریخ کی کتابیں بھی علماء اور ملی قائدین کے فہم وفراست کے قصوں سے بھری ہیں۔ غرض کہ صحیح ملی قائد وہی شخص ہوسکتا ہے، جسے اللہ عزوجل نے خصوصی فہم وفراست اور سمجھ بوجھ سے نوازا ہو۔

آج کا ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ جہاں بولنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، وہاں بھی بولنے اور بیان بازی سے گریز نہیں کیا جاتا ہے، یہ سراسر ناسمجھی اور لغو کام میں پڑنا ہے، جس کا فائدہ تو ملت کو کچھ بھی نہیں ہوتا ہے، ہاں! وہ اکثر نقصان کا سبب ضرور بن جاتا ہے۔

۹- دردمندی: ایک باپ دن ورات اپنے بچوں اور اپنی اولاد کے لئے فکرمند رہتا ہے اور تگ ودو کرتا ہے، محنت ومشقت کے کام کرتا ہے اور ان سب کے پیچھے دردمندی کا جذبہ ہوتا ہے کہ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی اولاد بہتر سے بہتر طور پر رہے اور اسے کسی قسم کی مشقت چھو کر بھی نہ گزرے۔

ملی قائدین کے اندر امت مسلمہ کے لئے بلکہ انسانیت کے لئے اسی جیسی فکرمندی اور دردمندی کا ہونا ضروری ہے، تب ہی ملت کے فائدے کے لئے بے لوث خدمت کرسکتے ہیں، قربانی دے سکتے ہیں ہم سب کے آقا

سیدالاولین والآخرین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی فکرمندی اور دردمندی تو اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو آپ کی اس بے چینی پر رحم آ جاتا تھا، چنانچہ اس کا اظہار اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم کی مختلف آیتوں میں کیا ہے، جیسے سورۂ کہف کی یہ آیت: ''فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰی آثَارِھِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا''(۶)

۱۰- کام کے لئے مفید افراد کو جمع کرنا: کوئی بھی ملی قائد تن تنہا اس کاز کو انجام نہیں دے سکتا ہے، جس کو اس نے اپنا مقصد بنایا ہے، اس کے لئے اسے مختلف صلاحیتوں کے لوگوں کو جمع کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، ایسے میں ملی قائد کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے کاز کے لئے ہر ایسے مفید آدمی کو اپنے ساتھ جوڑنے اور جمع کرنے کی کوشش کرے، جو اس مقصد کے لئے مفید اور نفع بخش ہو اور افراد کے انتخاب میں معیار صلاحیتوں کو رکھے اور ایسا مضبوط نیٹ ورک بنائے کہ اسباب کی دنیا میں متعینہ مقصد کے حصول میں کوئی رکاوٹ نہ رہ جائے۔

۱۱- افرادی قوت کو مالی قوت پر ترجیح دینا: قرآنِ کریم نے مال کے بارے میں قیامہ کا لفظ استعمال کیا ہے، اور قیام اور قوام ایسی چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی دوسری چیز کا وجود قائم ہو، گویا انسانی زندگی کے قائم رہنے کے لئے مال و دولت ایک اہم ذریعہ ہے۔ چنانچہ ملی قائدین کو بھی اپنے کاموں کے حصول کے لئے مال کی ضرورت ہوتی ہے۔

مال کی ضرورت اپنی جگہ مسلّم: لیکن اس سے زیادہ اہم افرادی قوت ہوا کرتی ہے، لہٰذا ملی قائدین کو اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے روپیوں پیسوں کی فکر ضرور کرنی چاہئے، لیکن اس سے بڑھ کر افرادی قوت کو جمع کرنے اور اس کو جوڑے رکھنے کی طرف توجہ رکھنی چاہئے اور تھوڑے سے مالی منفعت کے لئے افرادی وسائل کو ہرگز ہرگز کمزور نہیں کرنا چاہئے کہ بہت ساری جگہوں پر مال کی قلت کی تلافی کی جا سکتی ہے، لیکن افرادی وسائل کی کمی کی تلافی مشکل ہوتی ہے؛ بلکہ بسا اوقات مقصد کے حصول میں مانع ہو جاتی ہے۔

۱۲- اقرباء پروری سے گریز کرنا: ملی قیادت قائدین کے ذمہ عام مسلمانوں کی امانت ہوا کرتی ہے اور امانت کے بارے میں عمومی اسلامی اصول یہ ہے کہ اس کو اس کے مستحق تک پہنچانا لازم اور ضروری ہوا کرتا ہے، یہ خاندانی ورثہ نہیں ہوتا ہے، جو بطور میراث نسل در نسل منتقل ہوتی جائے۔

چنانچہ ملی قائدین کا یہ دینی فریضہ ہے اور اللہ کی بارگاہ میں جواب دہی کی بات ہے کہ وہ ملی قیادت کو خاندانی ورثہ نہ بنائیں، بلکہ ایسا نظام اور سسٹم بنائیں کہ ان کے بعد مشورے سے مناسب اور لائق آدمی قیادت کی باگ ڈور سنبھالے، اس سلسلے میں اقرباء پروری کی شریعت نے کسی بھی طرح گنجائش نہیں رکھی ہے، ملت اسلامیہ کی امانت ملت اسلامیہ کے لائق سپوتوں تک پہنچانے کا نظام اور سسٹم رکھنا شرعی نقطۂ نظر سے ملی قائدین پر لازم اور ضروری ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کے عمل سے نیز صحابہ کرامؓ کے تعاملات اور ان کے اقوال کی روشنی میں یہ بات اس قدر واضح ہے کہ اس کے ثبوت کے لئے دلیل و حجت کی چنداں ضرورت نہیں۔

۱۳- تول کر گفتگو کرنا: الفاظ خواہ زبان سے نکلیں یا قلم سے، مثبت رخ پر ہوں تو قوموں کی تعمیر میں ان کا بڑا رول ہوتا ہے اور اگر منفی انداز کے ہوں تو قوموں کی تخریب میں بھی نمایاں کردار ادا کرتے ہیں، یہی وجہ کہ اللہ عزو جل نے بہت سنبھل کر بولنے اور الفاظ منہ سے نکالنے کا حکم دیا ہے: (ق:۱۸) اور دنیا کے سب سے بڑے دانا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لفظوں کے زہریلے تیر سے انسانیت کو بچانے کے لئے اچھے مسلمان ہونے کا معیار ہی یہ قرار دیا ہے کہ جس کی زبان سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:۱۰)

ملی قائدین پر اپنوں اور غیروں سب کی نظر رہتی ہے اور ان کی باتیں اپنوں میں مثبت یا منفی اثر چھوڑتی ہیں، اسی طرح غیروں میں ان کے چند جملے بسا اوقات پوری ملت کے لئے باعث فخر بنتے ہیں، تو کبھی باعث ننگ و عار، کبھی ان کی زبان کی معمولی سی لغزش امت مسلمہ اور اسلامی تعلیمات کے لئے استہزاء کا سبب بن جاتی ہے۔

موجودہ عہد تیز رفتار ذرائع ابلاغ کا دور ہے، منٹوں میں نہیں؛ بلکہ ادھر بات زبان سے نکلی اور ادھر لوگوں تک پہنچ گئی، اور یہ بھی نہیں کہ مخصوص خطہ اور علاقے تک پہنچی، بلکہ مشرق و مغرب کی سرحدوں کو عبور کر کے سارے عالم تک پہنچ جاتی ہے، ایسے میں ملی قائدین کی یہ شرعی اور سماجی ذمہ داری ہے کہ جو کچھ بولیں بہت تول کر بولیں، ذہن کے افق کو وسیع کر کے بولیں، جغرافیائی حدوں سے ذہن کو بلند کر کے بولیں کہ ان کا ایک

غلط جملہ بسا اوقات ملت اسلامیہ کے لئے باعث ننگ و عار ہو سکتا ہے اور اس کی دھمک جس قدر دور تک پہنچے گی، اللہ کے یہاں پکڑ اتنی ہی سخت ہوتی چلی جائے گی۔

ملی قائدین کو مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک دنیا کے ہر معلوم خطے کو ذہن میں رکھ کر کوئی بات کہنی چاہئے یا کوئی بیان دینا چاہئے، کیوں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مخصوص ماحول میں کوئی بات کوئی خاص معنی نہیں رکھتی ہے، لیکن دوسری جگہ وہی بات الیکٹرانک میڈیا پر مباحثہ اور مذاکرہ کا سبب بن جاتی ہے اور معاندین اسلام کو یہ موقع دے دیتی ہے کہ اس کو دوسری جگہوں میں مسلمانوں کی ایذا رسانی کا سبب بنائیں۔

۱۴-ترجیحات کا تعین: ملی قائدین کے لئے ایک نہایت ہی اہم معاملہ ترجیحات کے تعین کا ہے، جہاں اس میں غلطی اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ان کو جواب دہ بناتی ہے، وہیں بسا اوقات ترجیحات کے تعین میں لغزش ملت کے لئے بڑے نقصان کا سبب بن جاتی ہے، ملی قائدین کے سامنے ترجیحات کے معاملے میں صورت حال بالکل واضح ہونی چاہئے کہ ہمارا بنیادی مقصد کیا ہے؟ اور اس کے حصول کے لئے ہمیں کن کن وسائل کو اختیار کرنا ہے؟ ان وسائل میں سے کون زیادہ اہم ہیں؟ اور کون کم؟ اسی طرح ان میں کون ایسے وسائل ہیں، جو اہم تو ہیں، لیکن ان کی ضرورت گاہے گاہے ہوتی ہے اور ان میں کون ایسے وسائل ہیں؟ جن کی ضرورت مستقل طور پر ہوتی ہے اور جس کا اثر پوری قوم کے مستقبل پر پڑتا ہے۔

مثال کے طور پر وقتی ضرورت اور فوری اصلاح کے لئے اسی طرح فوری کسی بات کی طرف متوجہ کرنے کے لئے جلسے جلوس کی اہمیت ہے، لیکن لٹریچر اور کتابیں ایسی چیز ہوتی ہیں کہ ان کا اثر دیرپا ہوتا ہے اور قوموں کے فکری دھارے اور سوچ کو بدل دیتی ہیں، اسی طرح کسی بھی قوم کے لئے تعلیم کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی سی ہوتی ہے کہ اچھی تعلیم اور تربیت کے بغیر کوئی قوم نہ تو اپنا تشخص برقرار رکھ سکتی ہے اور نہ ہی دنیا میں بڑا کام اور بڑا رول ادا کر سکتی ہے۔

لہٰذا ملی قائدین کو مالی اور افرادی وسائل کو استعمال کرتے ہوئے یہ ضرور ملحوظ رکھنا چاہئے کہ ہم جلسہ جلوس پر جو کہ وقتی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ہوا کرتا ہے اپنے کتنے وسائل کو استعمال کرتے ہیں؟ لٹریچر اور کتابوں کی تیاری پر اور ان کی نشر و اشاعت پر ہم کس قدر وسائل استعمال کرتے ہیں؟ اسی طرح پوری ملت کی صحیح خطوط پر تعمیر و ترقی کے لئے سب سے زیادہ ضروری چیز یعنی بہتر تربیت کے ساتھ اچھی تعلیم کے فروغ پر کس قدر وسائل استعمال کرتے ہیں؟ باطل قوتوں کی طرف سے پرنٹ، الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کے ذریعے کئے جانے والے پروپیگنڈوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ہم میڈیا ہاؤس وغیرہ کے قیام پر اپنے کس قدر وسائل استعمال کرتے ہیں؟

یہ وہ سوالات ہیں، جو ملی قائدین کو مالی اور افرادی وسائل کو استعمال کرتے ہوئے اپنے ذہن میں ضرور رکھنے چاہئیں۔☆☆

ایک قادیانی راجپوت کا قبول اسلام

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

راقم الحروف لاہور دفتر میں تھا کہ اوکاڑہ شہر سے فون آیا کہ ہمارا ایک نوجوان قادیانی ہوگیا ہے، اس سے گفتگو کرنا ہے، لہٰذا آپ وقت عنایت فرمائیں۔ راقم نے ٹائم دے دیا اور حسب وعدہ پہنچ گیا۔ اوکاڑہ میں ہمارے حضرت مولانا سید امیر حسین گیلانیؒ کے مدرسہ دارالعلوم مدنیہ کے بالمقابل سڑک کی دوسری طرف چک میں کچھ راجپوتوں کے گھرانے ہیں۔ راجپوتوں کا ہی ایک نوجوان قادیانی ہوگیا۔ بہرحال بندہ پہنچ گیا، معلوم ہوا کہ قادیانی مربی (مبلغ) جس کی تبلیغ سے وہ نوجوان قادیانی ہوگیا، وہ بھی راجپوت ہے۔ بہرحال گفتگو شروع ہوئی، راقم جو حوالہ پیش کرتا وہ نوجوان اس کی کوئی نہ کوئی تاویل پیش کرتا۔ راقم نے اس نوجوان سے سوال کیا کہ سب سے بہترین قوم کون سی ہے؟ اس نے کہا سیّد! راقم نے کہا: سیّد کے بعد؟ اس نے کہا: رانگڑ (راجپوت)۔ راقم نے کہا کہ مرزا قادیانی نہ سیّد تھا اور نہ ہی رانگڑ، نوجوان نے کہا کہ سیّد اور رانگڑ نہیں تھا، میں نے کہا کہ وہ مرزا تھا۔ مربی کہنے لگا کہ یہ بن سکتے ہیں، میں نے اس کی زبان میں کہا: یہی تو تیرے بھیجے میں بات ڈال رہا ہوں یعنی یہی بات تیرے دماغ میں داخل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، جو داخل نہیں ہو رہی خیر دو تین حوالہ جات پر بحث آ کر ختم ہوگئی اور اس نوجوان نے سوچنے کا وعدہ کیا۔ سردی کا موسم تھا، ہم مولانا محمد امین صفدرؒ مناظر اعظم کے چک میں جلسہ کے لئے چلے گئے ظہر سے عصر تک جلسہ تھا، ہم جلسہ سے فارغ ہوئے تھے کہ اس نوجوان کے دو برادر نسبتی ایک مٹھائی کا ڈبہ لائے، راقم کے سوال پر کہنے لگے کہ ہمارا بھائی مسلمان ہوگیا ہے۔ راقم نے کہا کہ اسے کون سی بات سمجھ آئی؟ کہنے لگے کہ آپ نے یہ جو فرمایا کہ نبی ہمیشہ عمدہ قوموں میں آیا کرتے ہیں، سب سے عمدہ قوم سیّد ہے اور ہمارے بھائی کے بقول رانگڑ بھی اور آپ نے یہ اسے سمجھانے کی کوشش فرمائی کہ مرزا قادیانی نہ سیّد تھا اور نہ رانگڑ (راجپوت) اس پر وہ مسلمان ہوگیا۔ الحمد للہ علی ذلک۔

دعوت وتبلیغ اور حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

گزشتہ سے پیوستہ

بیان: حضرت مولانا محمد طارق جمیل مدظلہ

دو تین سال میں چلتے چلتے انڈیا میں ایک فضا بن گئی تھی، میوات کے باہر بھی کام چل پڑا، ۱۹۴۷ء میں ملک تقسیم ہوگیا، ملک تقسیم ہوا تو بہت سے لوگ وہیں رہ گئے اور بہت سے لوگ آ گئے تو مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ پاکستان کون کام کو اُٹھائے گا؟ حاجی صاحب کا اِدھر آنے کا ارادہ نہیں تھا، اب بھی ان کا خاندان اُدھر ہے۔ لیکن پھر بھی حاجی عبدالوہاب صاحب نے کہا کہ میں کروں گا۔ حضرت جی نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ تو ایک عبدالخالق صاحب تھے، ایک شفیق صاحب تھے اور ایک عبدالوہاب صاحب! یہ تین چار نوجوان تھے، ان کو مولانا یوسف صاحب نے تیار کیا، تم یہاں سے جاؤ اور پاکستان جا کر کام اُٹھاؤ۔ تو جس ٹرین میں یہ تھے، ہر اسٹیشن پر اسے سکھوں نے قتل وغارت کا نشانہ بنایا تھا، یہ جس ڈبے میں تھے، ٹرین جب اسٹیشن پر آتی، یہ بیت الخلا میں چھپ جاتے، تو سکھ یا بلوائی اکٹھے ہوتے اس ڈبے کے سامنے اور آدھے اِدھر حملہ کے لئے جاتے اور آدھے اُدھر جاتے اور اس ڈبے کو چھوڑ دیتے تھے۔ دہلی لاہور تک جتنے اسٹیشن آئے ہر اسٹیشن پر یوں ہی ہوتا تھا، یہ ٹوائلٹ میں چھپ جاتے اور عین ان کے ڈبے کے سامنے سکھ جمع ہوتے، آدھے اُدھر کور کرتے آدھے اُدھر کور کرتے۔ یہ ڈبہ یوں اللہ نے چھپا دیا اور انہوں نے اِدھر بھی لاشیں گرادی اور اُدھر بھی لاشیں گرادی۔ ایک ہندو کے دل میں اللہ نے رحم ڈال دیا وہ برہمن پنڈت تھا، وہ اس ڈبے میں اکیلا بیٹھ جاتا اور اُن کو کہتا کہ اِدھر کوئی نہیں ہے، اِدھر کوئی نہیں ہے، تو وہ اِدھر ہو جاتے اُدھر ہو جاتے۔ وہ ساری ریل گاڑی کٹ گئی، یہ چار آدمی اور چند اور لاہور اسٹیشن پر لٹے پٹے پہنچے۔ تو ان کے خاندان کو پھلروان ایک جگہ ہے، سرگودھا کی طرف ایک قصبہ ہے وہاں ان کو جگہ ملی۔ یہ اپنے والدین اور اپنے خاندان کے پاس پھلروان تشریف لے گئے، پاکستان میں کوئی جگہ ہی نہیں تھی، کیا کریں؟ تو تبلیغ میں لگے چیدہ چیدہ آدمی پورے ملک میں پھیل گئے تھے، کوئی لاہور، کوئی کراچی، کوئی پنڈی۔ لیکن عبدالوہاب صاحب سب کے پاس جاتے، کبھی لاہور، کبھی پنڈی، کبھی کراچی جا کر ان احباب سے ملتے کہ بھئی کچھ کرو، اور فقر ایسا ہوتا تھا کہ گجرانوالہ اجتماع تھا اور رائے ونڈ سے پیدل بخار کی حالت میں گئے، پیسے نہیں تھے، پیدل گئے اور پیدل واپس آئے رائے ونڈ سے گجرانوالہ۔ بخار کی حالت میں۔ یہ صورتِ حال تھی۔ پھر جب بار بار اکٹھے ہوئے تو سوچنے لگے کہ ہمارا بھی کوئی مرکز ہونا چاہیے تو مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ہم کیا کریں؟ اُس وقت میواتی احباب جو انڈیا سے آئے تھے، وہ رائے ونڈ کے چاروں طرف آباد ہوگئے تھے اور جگہوں پر بھی گئے، لیکن یہاں اب بھی زیادہ تعداد ان کی ہی ہے۔ مولانا یوسف صاحب نے ایک جماعت تشکیل دی، تم چلہ لگاؤ، دس دن مشرق کی طرف اور دس دن مغرب کی طرف، دس دن شمال، دس دن جنوب چلہ کے بعد ساری جماعت بیٹھ کر استخارہ کرے اور مشورہ کرے کہ ہمیں کہاں اپنا مرکز بنانا چاہیے؟! وہاں بیٹھ جاؤ تو میاں جی عبداللہؒ اس جماعت کے امیر بنے اور دس دن انہوں نے اُدھر لگائے اور دس دن اِدھر لگائے، دس دن اُدھر، دس دن اِدھر، چالیس دن پورے کیے، اس چلہ میں ایک نوجوان انہیں ملے، میواتی میاں جی سلیمان، وہ حافظ تھے، ان کو میاں جی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہم دین کا بڑا مرکز بنا رہے ہیں، تم بھی آ جاؤ، تمہیں امام بنائیں گے، ان کا نکاح مولانا الیاس صاحب نے پڑھایا تھا، تو وہ بھی ساتھ ہوگئے، حافظ سلیمان صاحب جو بعد میں رائے ونڈ مرکز کے امام رہے ۱۹۵۳ء سے ۱۹۹۴ء تک۔ تو یہ سارے چلہ لگانے کے بعد جمع ہوگئے کہ بھائی کہاں بیٹھیں؟ تو سب نے مشورہ کیا اور طے ہوا کہ رائے ونڈ میں بیٹھیں، رائے ونڈ ریلوے اسٹیشن سے ریل گاڑی جب آگے جاتی

ہے، کوٹ رادھا کشن کی طرف اس طرف سیدھے ہاتھ پر پلیٹ فارم سے اُترتے ہی ایک مسجد ہے، اُس مسجد میں یہ حضرات کئی مرتبہ جمعرات کو جماعت لے کر گئے اور شب گزاری کی اور وہاں انہوں نے ڈیرہ ڈال دیا، میاں جی عبداللہ رات کو اتنا تڑپتے تھے، روتے تھے کہ محلّے والے صبح پوچھتے کہ رات کون بیمار تھا؟ آپ کے ساتھیوں میں بڑے رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔ تو میاں جی عبداللہ روتے تھے، وہ بیمار نہیں تھے، حافظ سلیمان صاحب فرمانے لگے کہ وہ تہجد پڑھنے کے بعد زمین پر ایسے لوٹ پوٹ ہوتے تھے، جیسے چھوٹا بچہ ضد کرتے ہوئے لوٹ پوٹ ہوتا ہے، کہتے یا اللہ ہدایت دے دے! یا اللہ ہدایت دے دے! تو یہ چند لوگ ہوتے تھے، سارے میواتی تھے، ایک عبدالوہاب صاحب غیر میواتی ہوتے تھے۔ بستی کے لوگوں نے مسجد سے نکال دیا، تو پھر انہوں نے ریلوے اسٹیشن کراس کر کے قبرستان تھا، اس میں ایک چھپر تھا کسی ملنگ کا، ملنگ چلا گیا وہاں ڈیرہ ڈال دیا۔ چھ مہینے وہاں رہے، تو وہاں سے بھی بستی والوں نے نکال دیا، پھر یہ ایک اور مسجد میں جا کر بیٹھ گئے، وہاں سے بھی چھ مہینے بعد نکال دیئے گئے، اب کیا کریں کدھر جائیں۔ تو یہ جگہ جو موجودہ ہے یہ ہندوؤں کا شمشان مرگھٹ تھا، جہاں آکر ہندو مردے جلاتے تھے، یہ جگہ اس کے لئے تھی تو قریشی شفیع صاحبؒ جو پہلے امیر تھے، پاکستان کے ان کے پارٹنر تھے دین محمد صاحب، گورنر جنرل غلام محمد: قائداعظم کے بعد جو بنے، غلام محمد وہ ان کے قریبی رشتے دار تھے، تو انہوں نے غلام محمد سے یہ رائے ونڈ کا ٹکڑا الاٹ کروا دیا، میاں جی عبداللہ کے نام۔ اور انہوں نے اس کو کر دیا مرکز کے نام۔ تو جب اس طرح سے یہ مسلسل نکالے گئے تو ۱۹۵۱ء میں یہ سارے ۱۵؍ شعبان کو جمع ہوئے، جتنے بھی پُرانے لوگ تھے، چند تھے، پندرہ بیس تھے، اب مشورہ کرو کہ مرکز بنائیں، کبھی اِدھر جاتے ہیں کبھی اُدھر جاتے ہیں۔ تو ۱۵؍ شعبان کو سب جاگے، روزہ رکھا اور اس کے بعد سارے بیٹھے اور مشورہ ہوا تو اللہ نے ان کے دل میں ڈالا، کہ رائے ونڈ اسٹیشن کے پاس جو جگہ ہے، یہاں ہمیں اڈا بنانا چاہیے اور اِدھر یہ جگہ الاٹ بھی ہو گئی تھی میاں جی عبداللہ کی طرف سے انہوں نے آگے دے دی۔ تو یہاں پر ایک چھپر بنا لیا اور اس میں یہ سارے مل کر بیٹھ گئے، ۱۹۵۱_۵۲ء کو۔

۹؍ جولائی ۱۹۵۳ء کو پہلا اجتماع طے ہوا، مولانا یوسف صاحب کی آمد ہوئی اور میواتیوں میں یہ شور مچا ہوا تھا کہ مولانا یوسف صاحب آرہے ہیں، سب کو واپس لے جائیں گے ہندوستان، جو یہاں سے اُدھر گئے، اُن کا وہاں دل نہیں لگتا تھا، جو وہاں سے اِدھر آئے اُن کا یہاں دل نہیں لگتا تھا، وطن چھوڑنا کوئی آسان تو نہیں ہوتا۔

۱۹۸۲ء کی بات ہے میں اکیلے انڈیا گیا۔ ریل میں تھا، تو جالندھر سے رَش چڑھا، لوگ کھڑے ہو گئے: ایک نوجوان ساتھا، وہ کھڑا ہوا تو میں ایک سکھ کو دعوت دے رہا تھا، تو وہ میری بات غور سے سنتا رہا، مجھ سے انگریزی میں کہتا ہے From Where You Are? میں نے کہا کہ From Pakistan۔ تو پھر کہنے لگا، ? From Where In Pakistan میں نے کہا کہ: ملتان۔ From Where in Multan? میں نے کہا Why are you asking? تو کہنے لگا: I am From Multan, Small Town Tulumba اس نے جب تلمبہ کہا تو میں ہنس پڑا، تو پھر اردو میں بولا ہنسے کیوں ہو؟ تو میں نے کہا: I am From Tulumba۔ تو کہنے لگا: اب اپنی بولی بولی ہے۔ پھر کہنے لگا، اچھے تو ساڈی کوئی جانتا ہی کوئی نہیں اب اپنی بولی بولی ہے۔ میں نے کہا بولی ہے۔ پیچھے اس کی بہن مجمع میں پھنسی کھڑی تھی، عمر رسیدہ تھی، اُس نے اُس کو جا کر بتایا کہ تلمبہ کا ایک لڑکا بیٹھا ہوا ہے، وہ تو آئی شیرنی کی طرح، تھی بھی ایسی ہیوی ویٹ، اس نے ایک کو اُدھر پھینکا، ایک کو اِدھر پھینکا، مجھے کہتی ہے پتر اتو تلمبہ دا ہے؟ جی ماسی جی میں تلمبہ کا ہوں؟ اس نوجوان کا نام تھا رام سروپ چک۔

تو ایک بات چل گئی تھی کہ مولانا یوسف صاحب لینے آئیں گے، تو بڑا رَش ہو گیا، میواتی جو آئے تھے وہ پکے ہوئے کھانے کی دیگیں اُٹھا کر لے گئے ساری۔ بدنظمی ہوئی، افراتفری ہوئی تو جب اجتماع ختم ہوا تو مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو تھوڑے بہت تبلیغی لوگ تھے ان کو جمع کیا، سارے میواتی تھے۔ اُن میں بیان کیا اور فرمایا: دیکھو بھائی! آج کے بعد یہ جگہ تمہارا مرکز ہے، اسے آباد کرنا، اس کے لئے بھوک آئے، بیماری آئے، موت آئے، سب کو برداشت کرنا، کسی دُنیا کے کام میں نہیں لگنا، کسی کمائی کے کام میں نہیں لگنا اور اپنے آپ کو یہاں مٹا دینا ہے، جو تیار ہو وہ اُٹھے اور میرے ہاتھ پر

بیعت کرے موت کی۔ پھر کہا کہ کوئی کسی کو ترغیب نہ دے۔ جس نے کھڑے ہونا ہے اپنی ذمہ داری پر کھڑا ہو۔ تو سب سے پہلے جو بندہ کھڑا ہوا وہ محمد عبدالوہاب تھا رحمہ اللہ۔ سب سے پہلے کھڑے ہوئے، پھر ان کے ساتھ حافظ سلیمان صاحب، میاں جی عبداللہ صاحب، میاں جی عبدالرحمٰن صاحب، میاں جی نور محمد، میاں جی اسماعیل، یہ وہ لوگ ہیں جن کو میں نے دیکھا ہے، باقیوں کے نام سنے ہیں دیکھا نہیں۔ ایک میاں جی عبدالرحمٰن کو مردہ دیکھا ہے، زندہ نہیں دیکھا۔ اُن کا انتقال ہوا، وہ انتقال کے وقت اپنے گاؤں میں تھے، ادھر سے شفٹ ہوگئے تھے، بیمار بہت ہوگئے تھے تو ان کی میت کو جنازہ کے لئے رائے ونڈ مرکز لایا گیا، میں نے اس دن ان کی زیارت کی۔ میاں جی عبدالرحمٰن بڑے کشف وکرامات والے تھے، اُن کے عجیب وغریب قصے مشہور تھے۔

تو عبدالوہاب صاحب نے سب سے پہلے کھڑے ہوکر کہا میں تیار ہوں۔ پھر جو کھڑا ہوتا اس کو آگے بلاتے اور پھر اس سے یہ کہلواتے کہ میں کسی کام میں نہیں لگوں گا، سوائے اس مرکز کی آبادی کے اور تبلیغ کے کام میں لگنے کے، بھوک آئے گی تو برداشت کروں گا، پیاس آئے گی برداشت کروں گا، بیماری آئے گی برداشت کروں گا، لیکن مرکز اور تبلیغ کے کام کو نہیں چھوڑوں گا، یہ دہروا کر الگ باہر بٹھا دیتے، مولانا یوسف صاحب کی نظر پڑی میاں جی محراب رحمۃ اللہ علیہ پر کہ وہ مشتاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ.... جو ہمارے مقیمین میں سے تھے، آپ نے نام سنا ہوگا، دیکھا بھی ہوگا....اُن کو تیار کر رہے تھے کہ تم بھی اپنا نام لو۔ مولانا یوسف صاحب کی نظر پڑ گئی، تو انہوں نے اتنے زور سے ڈانٹا، میاں جی محراب صاحب کو کہ میں نے پہلے نہیں کہا تھا کہ کسی کو تیار نہیں کرنا۔ کل جب بھوک آئے گی نا تو پھر یہ تمہیں گالیاں دے گا کہ مجھے اس نے پھنسا دیا، کوئی کسی کو تیار نہ کرے، تو اٹھارہ آدمی کھڑے ہوئے، انیسویں آدمی بھائی مشتاق صاحب بنے ۲؍ سال کے بعد، ۱۹۵۵ء میں، یہ کراچی میں ہوتے تھے، ۱۹۵۵ء میں یہ کراچی چھوڑ کر رائے ونڈ آگئے۔

تو یہ انیس لوگ ہوئے تسعة عشر، ان لوگوں نے اس کشتی کو کھینچا، پھر اس میں موت تک جو یہیں پڑے رہے، وہ میاں جی نور محمد، میاں جی اسماعیل، حافظ سلیمان، میاں جی عبداللہ، مشتاق صاحب، عبدالوہاب صاحب، میاں جی عبدالرشید؛ میاں جی عبدالرشید نابینا تھے، جنہوں نے اپنی پوری زندگی دی وہ نابینا تھے، مسجد کے ایک کونے میں ان کا بستر ہوتا تھا، طالب علم مہینہ مہینہ کی ڈیوٹی سے اُن کو کھانا پہنچاتے تھے، باقی ہر جگہ مرکز میں آنا جانا وہ اپنی لاٹھی سے کرتے تھے، اُن کو کسی کے سہارے کی ضرورت نہ تھی، عبدالوہاب صاحب کو تہجد میں آکر اٹھایا کرتے تھے، طالب علمی کے زمانہ میں ایک دفعہ میں برآمدہ میں تھا اور عبدالوہاب صاحب بھی برآمدہ میں سوئے ہوئے تھے، میاں جی عبدالرشید نے آواز دی اے عبدالوہاب اُٹھ جا، اُٹھ جا، تو وہ آکر عبدالوہاب صاحب کو تہجد میں اٹھایا کرتے تھے اور کبھی آجایا کرتے تھے اور کہتے اے عبدالوہاب! سال کے لئے تیار ہوں فقد۔ ابھی بھیج مجھے۔ نابینا ہونے کی پرواہ نہ کر، میں سال لگاؤں گا۔

تو ان اٹھارہ لوگوں میں۔ ے جو سب سے زیادہ قربان ہوئے وہ عبدالوہاب صاحب تھے۔ میاں جی نور محمد تھے، میاں جی اسماعیل تھے، میاں جی سلیمان تھے، میاں جی عبداللہ، ان سب کے گھر اسی رائے ونڈ کی بستی میں بن گئے تھے۔ یہ اپنے بچوں سمیت تھے، میاں جی نور محمد، میاں اسماعیل حفظ پڑھاتے تھے، حافظ سلیمان صاحب امام تھے اور حفظ پڑھاتے تھے، تو سب سے زیادہ چکی میں پسا ہے وہ عبدالوہاب صاحب تھے۔ نہ دن دیکھا، نہ رات دیکھی، نہ اپنے آپ کو دیکھا، اتنا مجاہدہ زندگی میں میں نے کسی انسان کا نہیں دیکھا، اور فنائیت تھی مولانا الیاس صاحب والی۔ آنکھوں دیکھا بتا رہا ہوں، لقمہ سالن میں ڈبو کر منہ کے قریب لائے ہیں اور دعوت کی بات شروع کی ہے، تو لقمہ ہاتھ میں پونا پونا گھنٹہ رہ گیا، سالن دس دفعہ خادم اٹھا کر لے گیا، گرم کر کے لا کر رکھتا ہے، وہ پھر ٹھنڈا ہو جاتا ہے، گرم کر کے لا کر رکھ دیتا ہے، پھر ٹھنڈا ہو جاتا ہے، اور لقمہ ہاتھ میں ہے اور اُن کی بات چل رہی ہے تو پھر مشورہ ہوا کہ جب عبدالوہاب صاحب کھانا کھائیں تو اُن کے پاس کوئی نہیں ہونا چاہیے۔ یہ اکیلے کھانا کھائیں تاکہ یہ کھانا تو کھالیں، یہ کھانا نہیں کھاتے۔ میں اور مولانا احسان صاحب کمرہ میں داخل ہوئے، عبدالوہاب صاحب نے کرتا پہننے کے لئے، ہاتھ کرتے میں ڈال لئے تھے، نیچے بنیان پہنی ہوئی تھی اور کرتا ہاتھ میں تھا آستینوں میں ہاتھ ڈال رہے تھے،

کہ میں اور مولانا احسان صاحب آ گئے، ہم سے بات شروع کردی، جوان آدمی بھی ایسے پانچ منٹ کے بعد تھک جائے گا، کوئی دس سے پندرہ منٹ ان کے ہاتھ وہیں رہے اور وہ ہم سے بات کرتے رہے، اُن کو ہوش ہی نہیں تھا، اُن کو ہوش رہتا ہی نہیں تھا، جب وہ بات کرتے تھے۔ مولوی فہیم صاحب کو اللہ جزائے خیر دے کہ ایسا خادم میں نے کبھی زندگی میں نہیں دیکھا، انہوں نے عبدالوہاب صاحب کی بہت خدمت کی، میں ان کی عظمت کو سلام کرتا ہوں۔ میں کہتا ہوں عبدالوہاب صاحب جیسی مشکل شخصیت دُنیا میں کہیں نہیں تھی، نہ کھانے کا ٹائم ہے، نہ سونے کا ٹائم ہے۔ تو انہوں نے پابندی لگائی کہ جب آپ کھانا کھائیں گے تو کوئی آدمی آپ کے پاس نہیں بیٹھے گا تا کہ آپ کھانا تو کھالیں۔

جوان آدمی کو بھی سحری کھانے کے بعد ایک گھنٹے بعد، دو گھنٹے بعد پیشاب آ تا ہی آ تا ہے، پانی ہی اتنا پیا ہوتا ہے کہ کتنا ہی مضبوط مثانہ ہو پیشاب آ جاتا ہے، تھکن ہو جاتی ہے، لیکن عبدالوہاب صاحب کی رمضان شریف میں محنت سو گنا زیادہ ہو جاتی تھی، تین گھنٹے کا بیان روز ہوتا تھا اور ہفتہ میں ایک بیان پانچ گھنٹے کا۔ پانچ گھنٹے نہ پیشاب آ رہا ہے، نہ سر میں درد ہے، نہ تھکن ہو رہی ہے اور روزہ رکھ کر پانچ گھنٹے بیان فرمانا اور وہاں سے اُٹھ کر پھر مشورہ میں چلے جانا، عجیب وغریب تھے وہ شخص۔ پیدل پھرتے تھے، پیسہ جیب میں نہیں ہوتا تھا اور حافظ سلیمان صاحب کہنے لگے ہم لوگوں کو بھی آدھی روٹی ملتی، روکھی اور کبھی چوتھائی روٹی ملتی، اور ہم نمک کے ساتھ کھاتے اور کبھی تین تین دن ملتا ہی کچھ نہیں تھا۔ تو میاں جی عبداللہ فرماتے تھے کہ لوٹ لو، بھوک کے مزے لوٹ لو۔ رائے ونڈ میں ایک وقت آئے گا یہاں کبھی فاقہ نہ ہوگا، تم بھوک کے مزے لوٹ لو۔

تو اس میں جو کہیں نہیں گئے، نہ بیوی، نہ بچے، نہ گھر، نہ در، جائیداد اپنے بھائیوں کو دے دی، دو بھائی تھے ان کے، ایک تو مجذوب سے تھے، دُوسرے راؤ الیاس صاحب تھے اُن کو دے دی۔ اکیلے رائے ونڈ میں پڑے رہتے تھے، تن تنہا۔ کوئی ایک آدمی ساتھ نہیں ہوتا تھا کہ نماز پڑھ لیں۔ بعض اوقات ایسا وقت بھی آیا۔ یہ تھے محمد عبدالوہاب!

مجھے انگلینڈ سے ایک ساتھی نے اپنا خواب بھیجا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ عبدالوہاب بہت تھک کر آیا ہے، اسے اب آرام کرنے دو، بہت تھک کر آیا ہے، اسے آرام کرنے دو۔ اس عمر میں بھی جب تک ان کی ہمت تھی، فرماتے تھے کہ: تین ہزار دفعہ میں یہ پڑھتا ہوں، ہزار دفعہ یہ پڑھتا ہوں، دو ہزار دفعہ یہ پڑھتا ہوں، اتنی تسبیح بتائی انہوں نے کہ میں تو بھول ہی گیا ہوں۔ میرے جیسے آدمی کے تو سن کر ہی سر میں درد ہو گیا، مجھ سے کہنے لگے کہ میرے منے ہزار مرتبہ قل شریف روزانہ پڑھا کر سر درد ٹھیک ہو جائے گا۔

مرنا تو ہر ایک کو ہی ہے، زندگی کی قیمت کو اگر کسی نے وصول کیا ہے اور ہر لمحہ جس نے اللہ کے نام پر بیچا ہے، وہ ایک ہی آدمی تھا محمد عبدالوہاب۔ دن رات کی کڑھن، انسانیت کی ہدایت کا غم، انسانیت کے لئے بے قراری، کبھی کہتے کہ کوئی ایسا طریقہ ہو سکتا ہے کہ کافر بھی بخشے جائیں [illegible] نہ جائیں، کافر بھی جہنم سے نکل جائیں؟! انسانیت کی ہمدردی اور انسانیت کا درد جیسا اللہ نے اُس شخص کو دیا، دُنیا میں کسی کو نہیں دیا۔

وہ کہتے تھے کہ میں اپنی دُعاؤں کی طاقت کو صرف اُمت کے لئے وقف کر چکا ہوں، اور رمضان شریف میں ہدایات کے بعد جب دعا کرانے کے لئے جاتے تھے، آخری دس منٹ بات کر کے پھر دعا کراتے، پچاس پچاس منٹ کی دعا ہوتی تھی، پورا بیان ہو جاتا تھا اور مجمع کا بُرا حال ہو جاتا تھا، ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر، کبھی نیچے، کبھی اُوپر، کبھی نیچے، کبھی اُوپر، اُن پر ایک کیفیت ہوتی تھی وہ بولے جا رہے ہوتے تھے۔

تو حاجی صاحب کے لئے دعا کریں اور اللہ سے خیر مانگیں، وہ قابل تقلید شخصیت نہیں تھی، اس سطح کے لوگ قابل تقلید نہیں ہوتے، یہ اللہ کا انتخاب ہوتا ہے کہ اُن کو کسی چیز کو، کسی خیر کو وجود میں لانے کے لئے اللہ استعمال فرماتا ہے۔ تو اللہ نے اُن کو اس دعوت کی محنت کو وجود میں لانے کے لئے استعمال کیا، وہ صاحب حال آدمی تھے، حیرت کی بات ہے کہ میں تو پچاس سال اُن کے قریب رہا، ہم حیران ہوتے تھے کہ یہ کیا انسان ہیں؟ نبی نہیں تھے، لیکن نبیوں کا جو درد وغم سنتے ہیں، وہ ان کے اندر تھا تو پھر مولانا الیاس صاحب کیسے ہوں گے؟!

تو اُن کے لئے ایصالِ ثواب بھی کریں، اللہ ان کے درجے بلند فرمائے، دُوسرا اپنی ذات کے لئے اللہ سے مانگیں، بے ثبات سا جہان ہے، پتا نہیں کب بلاوا آ جائے، اللہ تعالیٰ ہم سے عافیت سلامتی کے ساتھ، اللہ ہم سے کام لے لے۔ ☆☆☆

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام اور مرزائی عقیدہ!

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی تحقیقاتی عدالت میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا تحریری بیان

قسط:۱۲

فیصلہ کن دعویٰ:

ہمیں یہاں اس پیرے کی تفاصیل سے بحث نہیں۔ لیکن زیر بحث مسئلہ ہی میں ہم ببانگ دہل یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مرزائی امت کسی آیت یا حدیث کے ذیل میں کسی صحابی، تابعی، کسی امام حدیث، امام فقہ اور کسی مفسر یا مجدد اور سلف صالحین کا ایک قول بھی پیش نہیں کر سکتے۔

الف…… جس میں کہا گیا ہو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی نیا نبی بن سکتا ہے یا وحی نبوت کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو سکتا ہے۔

ب…… یا کسی نے یہ کہا ہو کہ نزول مسیح کی متواتر اور قطعی روایت میں مسیح سے مراد وہ پرانا مسیح عیسیٰ ابن مریم نہیں جو پہلے کا رسول ہے۔ بلکہ اس اسرائیلی مسیح کے سوا کسی اور آدمی کو آنا ہے اور یہ عیسیٰ، مسیح، دمشق، آسمان، دجال، منارہ، کسر صلیب، غلبہ اسلام، عادلانہ حکومت وغیرہ سینکڑوں تشخیصی کلمات وعلامات صرف بے معنی الفاظ ہی الفاظ ہیں۔

دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے ایسا کوئی قول پیش نہیں کیا جا سکتا۔ حیات، وفات کی لفظی بحثوں میں رطب ویابس کے بیان سے اصل مسئلہ کو الجھایا جا سکتا ہے۔ لیکن سلف میں سے کسی ایک کا قول اس مدعا میں پیش نہیں کیا جا سکتا کہ آنے والا مسیح وہ اسرائیلی مسیح ابن مریم نہیں ہوگا۔ جو زندہ آسمان پر موجود ہے۔ یہ امر بجائے خود ناممکن ہے کہ مسئلہ اتنا عظیم الشان اور معرکۃ الآراء ہے جس پر سب کے سب پورا زور قلم صرف کرتے ہیں۔ لیکن اس کے مفہوم جو ظاہری مفہوم کے خلاف ہو اس پر سب کے سب خاموش رہے۔ بلکہ اس کے برعکس اولیاء کے سرتاج خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ مجددین کے سرتاج حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمہ اللہ اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (جن کی مشہور تصنیف فتوحات مکیہ جلد۲ ص۱۲۵ جلد۳ ص۳۴۱ اور جلد اوّل ص۱۳۵،۱۸۵،۱۴۴ میں تصریح ہے) اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تمام سلف یہی کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم زندہ آسمان پر موجود ہیں جو قرب قیامت میں نازل ہو کر عادل بادشاہ کی حیثیت سے عالمگیر غلبہ اسلام کا سبب ہوں گے۔

تواتر قومی کی قوت:

اگر مندرجہ بالا طریقہ پر مفسرین، محدثین، مجددین اور سلف صالحین سے باقاعدہ اجماعی طور سے عقیدہ مذکورہ مروی یہ نہ بھی ہوتا تو بھی امت محمدیہ کا پشت بہ پشت قرن اوّل سے آج تک یہ عقیدہ ہونا قطعی دلیل ہے کہ یہی قرآن وحدیث اور خدا رسول کی مراد ہے۔ مثلاً نماز کی رکعات کی تعداد میں اسناد کا تواتر نہیں۔ صرف یہی امت محمدیہ کا توارث ہے جو پشت بہ پشت چلا آرہا ہے۔ یہ بھی دلیل قطعی ہے اگر کوئی شخص صبح کی فرض نماز کی تین اور مغرب کے فرض کی دو رکعات قرار دے وہ فرض کا منکر متصور ہوگا۔ اسی طرح قرآن پاک کی ایک ایک آیت کے بارہ میں متواتر اسانید پیش نہیں کی جا سکتیں۔ بلکہ قرآن کا قرآن ہونا یعنی یہ امر کہ یہ موجودہ قرآن وہی قرآن ہے جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا ہے۔ اسی تواتر اور توارث سے ثابت ہے۔ اگر قرن اوّل سے اخیر تک لاکھوں کروڑوں افراد کا نسلاً بعد نسلٍ کسی عقیدہ یا کسی مسئلہ پر متفق ہونا دلیل قطعی نہ ہو تو پھر قرآن کا قرآن ہونا بھی ثابت ہونا مشکل ہو جائے گا۔ مسواک کا استعمال سنت ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے اسے استعمال فرما کر اس کو موجب ازدیاد ثواب بتایا ہے۔ اگر ایک شخص اسے ضروری نہ سمجھے یا عمر بھر استعمال نہ کرے اس کو گناہ بھی نہ ہوگا۔ صرف ثواب کی کمی ہوگی۔ لیکن اگر وہ مسواک کے ثواب اور کار خیر ہونے کا ہی انکار کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے آنحضرت ﷺ کی تکذیب کر دی۔ قومی تواتر اور امت کے توارث سے یہ امر ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کو ازدیاد ثواب کا باعث فرمایا ہے۔ کفر وایمان کا معیار ہی دراصل تصدیق یا تکذیب ہے۔ جس نے آنحضرت ﷺ اور قرآن کی تصدیق کی وہ مسلمان

ہے۔جس نے ایک بات میں بھی آپ ﷺ کی تکذیب کی وہ کافر ہے۔شکار کرنا کوئی فرض نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص شکار کو حرام کہے وہ کافر ہو جائے گا۔اس لئے کہ اس نے آیت قرآن کی تکذیب کی۔جس میں شکار کی اجازت ہے۔"واذا حللتم فاصطادوا"(یعنی حج سے فارغ ہو کر تم شکار کر سکتے ہو)ان کو حرام کہنے اور حرام کو حلال کہنا بھی اسی لئے کفر ہے کہ اس میں خدا اور رسول کی تکذیب لازم آتی ہے۔تصدیق اور تکذیب چونکہ دل کی صفتیں ہیں۔اس لئے قانون اور شریعت میں نشانات پر حکم لگایا گیا ہے۔یعنی اگر تصدیق کی نشانی ہوگئی تو مومن کہا جائے گا۔اگر تکذیب کی نشانی پائی جائے تو اسے کافر کہا جائے گا۔

۱......مشہور حدیث:"من قال لا اله الا الله دخل الجنة"جس نے"لا اله الا الله" کہا وہ جنتی ہے۔مطلب یہ ہے کہ جس نے دین اسلام کی تصدیق کی اور مجھے خدا کا رسول مانا وہ جنتی ہوگا۔اس لئے کہ عرب اللہ کو مانتے تھے، لیکن ساتھ ہی چھوٹے چھوٹے خدا بھی بنا رکھے تھے۔وہ"لا اله الا الله"کو نہیں مانتے تھے۔اس لئے"لا اله الا الله"کہنا آنحضرت ﷺ کی تصدیق کی نشانی تھی جو یہ کلمہ کہتا اس کا مطلب یہی ہوتا تھا کہ اس نے دین اسلام قبول کر لیا۔

۲......اس بیان سے اس حدیث کا مطلب بھی واضح ہو گیا کہ جو ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھے۔ہمارا ذبیحہ کھائے۔وہ ہم میں سے ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ باتیں تصدیق کی نشانیاں ہیں۔لیکن اگر کسی طرح یہ معلوم ہو جائے کہ یہ"لا اله الا الله" کہنے والا آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو پیغمبر نہیں مانتا۔صرف توحید کو مانتا ہے۔اس شخص کے کفر میں کیا شک ہو سکتا ہے۔کیونکہ تکذیب کی نشانی پائی گئی۔اسی طرح نماز قبلہ رو ہو کر پڑھنے والا اگر کہہ دے کہ زکوٰۃ فرض نہیں یا جہاد حرام ہے اس کا یہ کہنا آنحضرت ﷺ کی تکذیب کی علامت قرار دیا جائے گا اس کو کافر کہا جائے گا۔

قرآن پاک نے تکذیب ہی کو کفر اور مستوجب سزا قرار دیا ہے۔"کل کذب الرسل فحق وعید"(ق:۱۴)میں تکذیب رسل پر وعید مرتب فرمائی ہے۔اسی طرح"کذبت قبلهم قوم نوح واصحاب الرس و ثمود" (ق:۱۲)میں تکذیب ہی کو ہلاکت کا سبب بتایا ہے۔بہرحال ایمان کے لئے ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ کے لائے ہوئے تمام دین کو سچا سمجھ کر دل سے مان لے اور کفر کے لئے اتنا بھی کافی ہے کہ کسی ایک ہی امر میں وہ رسول کی تکذیب کر دے۔اس کو قرآن نے ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے کہ:"افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض"(البقرہ:۸۵)(کیا تم کتاب کی بعض باتیں مانتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو)

اسلام ایک مخصوص تعلیم،مخصوص عقائد و احکام اور مخصوص عبادات وطرز زندگی کا نام ہے۔یہ آسمانی مکمل ہدایت ہے۔نہ جس کے بنانے میں انسانی عقل شریک ہے اور نہ اسے اس میں کمی یا زیادتی کرنے کا حق ہے۔سوائے ان امور کے جو خود اسلام نے اولی الامر کے حوالہ کر دیئے ہیں یا جن کو باہم مشورہ سے کرنے کا حکم ہے۔(جاری ہے)

ڈاکٹر سید وسیم اختر کی وفات .... مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

ڈاکٹر سید وسیم اختر راولپنڈی کے رہنے والے تھے۔قائد اعظم میڈیکل کالج بہاولپور سے ایم بی بی ایس کیا اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔جماعت اسلامی کی ذیلی تنظیم اسلامی جمعیت طلبا سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا اور جماعتی امور میں اتنے مصروف ہوئے کہ ترقی کرتے کرتے بہاولپور جماعت کے امیر بنے اور پھر پنجاب اور جنوبی پنجاب کی امارت ان کے حصہ میں آئی۔گزشتہ دور میں بہاولپور سے ایم پی اے بھی منتخب ہوئے۔

ماڈل ٹاؤن بی بہاولپور میں ہمارے دفتر کے قریب رہائش تھی۔نماز جامع مسجد حاجی اشرف غلہ منڈی میں ادا کرتے،نمازوں کے وقت ملاقات ہو جاتی۔مرنجان مرنج طبیعت کے مالک تھے،جب ایم پی اے منتخب ہوئے تو اس دوران پنجاب اسمبلی میں ناموس رسالت اور عقیدۂ ختم نبوت کے متعلق کوئی مسئلہ ہوتا تو پنجاب اسمبلی میں بھرپور آواز اٹھاتے۔ابتدا میں خشخشی داڑھی تھی پھر مکمل رکھ لی۔گفتگو کا طریقہ عمدہ تھا،عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ بہت محبت فرماتے،جب کوئی اہم مسئلہ پر اجلاس منعقد ہوتا تو اس میں شرکت فرماتے اور نپی تلی گفتگو سے اپنی رائے کا اظہار فرماتے۔

لودھراں میں کلینک بنایا،اس میں دکھی مخلوق کی خدمت کرتے رہے،ہمارے لودھراں کے سابق امیر مولانا محمد موسیٰ رحمہ اللہ کے ایک فرزند مولانا محمد مجتبیٰ کو کلینک میں اپنا معاون مقرر کیا۔

۴؍جون ۲۰۱۹ء کو سوشل میڈیا پر ان کی وفات کی خبر پڑھی بہت افسوس ہوا۔

اللہ پاک ان کی حسنات کو قبول فرمائیں اور سیئات سے درگزر فرمائیں۔رمضان المبارک میں ان کی وفات یقیناً ان کی مغفرت کا ذریعہ ہوگی۔دعا ہے کہ اللہ پاک مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دیں۔آمین یا الہ العالمین۔

تھالی کا بینگن

قصہ ایک جھوٹے مدعی نبوت کا

الحاج اشتیاق احمد مرحوم

قسط:۱۹

عبرت ناک موت:

اب ہم مرزا کی عبرت ناک موت پر بات کریں گے۔

مرزا نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کو چیلنج کیا تھا:

''اگر میں اتنا ہی جھوٹا ہوں کہ آپ میرے بارے میں اپنے ہر رسالے میں لکھتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہوجاؤں گا، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جھوٹے آدمی کی عمر بہت زیادہ نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے شدید دشمنوں کی زندگی ہی میں ناکام اور ہلاک ہوجاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں جھوٹا نہیں، خدا واقعی مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے اور میں ہی مسیح موعود ہوں تو خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ اللہ کی سنت کے مطابق آپ جھوٹوں کی سزا سے نہیں بچ سکیں گے اور جو سزا انسان کے ہاتھ میں نہیں وہ خدا کے ہاتھوں سے ہے۔ مثلاً: طاعون، ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ کو میری زندگی میں نہ آئیں تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں (یعنی مولانا ثناء اللہ طاعون یا ہیضہ وغیرہ سے مرگئے تو مرزا سچا ورنہ جھوٹا)۔''

آخر میں مرزا نے یہ بھی لکھا کہ یہ سب باتیں میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہہ رہا ہوں۔

اس تحریر سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ مرزا کی پیش گوئی یہ ہے کہ مولانا ثناء اللہ اس کی زندگی میں ہیضے یا طاعون سے ہلاک ہوجائیں گے اور یہ کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ہلاک ہوگا، سچا زندہ رہے گا، جھوٹے کی عمر زیادہ نہیں ہوتی وغیرہ۔

اب پڑھئے ہوا کیا؟

مرزا نے اپنے قلم سے یہ لکھ دیا کہ اگر میں ایسا ہی جھوٹا ہوں تو مولانا ثناء اللہ کی زندگی میں مرجاؤں گا۔ یہ بھی لکھا کہ جھوٹا آدمی ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے شدید دشمنوں کی زندگی میں ناکام ہلاک ہوجاتا ہے، ہلاک ہونے کی دعا بھی اس نے طاعون اور ہیضے وغیرہ سے کی۔

مرزا ۱۹۰۸ء میں ہیضے سے مرگیا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری کو کچھ بھی نہیں ہوا، وہ مرزا کے مرنے کے بعد پورے چالیس برس زندہ رہے اور ۱۹۴۸ء میں فوت ہوئے، موت سے ایک دن پہلے مرزا کا سسر نواب میر ناصر اس سے ملنے گیا تو مرزا نے خود اپنے منہ سے اس سے کہا:

''نواب صاحب! مجھے وبائی ہیضہ ہوگیا ہے۔''

مرزا کے یہ الفاظ خود مرزائی کتب میں موجود ہیں، ان الفاظ کے بعد وہ رات بھر دست پر دست کرتا رہا اور آخر اسی رات مرگیا۔ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرگیا۔

اس کی موت سے صرف گیارہ دن پہلے اس کی آخری کتاب ''چشمہ معرفت'' شائع ہوئی، اس کے صفحہ ۳۲۶ پر اس نے لکھا:

''آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے اس کا نام عبدالحکیم خان ہے اور وہ ڈاکٹر ہے، ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے، اس کا دعویٰ ہے کہ میں اس کی زندگی میں ۴/اگست ۱۹۰۸ء کو ہلاک ہوجاؤں گا اور یہ اس کی سچائی کے لئے ایک نشان ہوگا، خدا نے اس کی پیش گوئی کے مقابلے میں مجھے خبر دی ہے کہ وہ خود عذاب میں مبتلا ہوگا اور خدا اسے ہلاک کرے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا، سو یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے، بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی نظر میں سچا ہے، خدا اس کی مدد کرے گا۔''

لیکن ہوا کیا؟ مرزا ۴/اگست سے پہلے ہی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرگیا۔ ڈاکٹر عبدالحکیم اس کی موت کے بعد گیارہ سال تک زندہ رہا، وہ ۱۹۱۹ء میں فوت ہوا۔

مرزائی حضرات سے نہایت درد مندانہ درخواست ہے کہ وہ مرزا کی کتاب ''چشمہ معرفت''

کا صفحہ ۲۳۶ ضرور پڑھ لیں، اس لئے کہ یہ وہ واحد پیش گوئی ہے، جس کی مرزا خود تاویل بھی نہ کرسکا اور یہ کتاب شائع ہوئی اور وہ دنیا سے چلا گیا۔ انہیں چاہئے وہ اپنے عالموں اور مبلغوں سے اس بات کا جواب طلب کریں، آخر کیوں گمراہی میں پڑے رہنے پر تلے ہوئے ہیں۔ سورج کی طرح روشن بات بھی کیوں انہیں سمجھ نہیں آتی، تحقیق کرنے میں آخر کیا حرج ہے۔

یہ مرزا کا انجام ہے، غور کیا جائے کہ وہ دنیا سے کیا لے گیا؟ اصل بات ہم آپ کو بتاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب انگریز کی سازش تھی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں نے انگریزوں کا بے جگری سے مقابلہ کیا، اس لئے وہ سمجھ گیا کہ جب تک مسلمانوں کے اندر سے جہاد کا جذبہ ختم نہیں کر دیا جاتا، اس وقت تک انہیں دبایا نہیں جاسکتا، ان پر حکومت نہیں کی جاسکتی۔

اب ان کے سامنے سوال یہ تھا کہ جہاد کا جذبہ کس طرح ختم کیا جائے۔ اس کا طریقہ انہوں نے یہ نکالا کہ کوئی ان کے اندر سے ہی اٹھ کھڑا ہو اور یہ اعلان کرے: جہاد حرام ہے، ایسا اعلان کون کرسکتا تھا، انگریز کے خلاف تو جہاد ہو رہا تھا۔ علماء انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دے چکے تھے، اس فتوے کی بنیاد پر ہزارہا علماء کرام کو درختوں پر لٹکا کر پھانسی دی گئی، انہیں سوروں کی کھالوں میں بند کر کے دریا میں ڈبو دیا گیا، بوریوں میں بند کر کے اوپر سے ان پر گولیاں برسائی گئیں، کالا پانی بھیجا گیا، لوہے کے پنجرے بنوا کر ان میں بند کیا گیا، ان تمام تر مظالم کے باوجود انگریز مسلمانوں کا جذبۂ جہاد سرد نہ کرسکا۔ تب انگریز نے سوچا، یہ کام اس طرح نہیں ہوسکے گا، اس نے دو آدمیوں کو پٹی پڑھائی، ایک نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا، دوسرے نے نبوت کا دعویٰ تو نہیں کیا البتہ خود کو مجدد کہا۔ دونوں نے فتویٰ دیا: انگریز کے خلاف جہاد حرام ہے، اس طرح انگریز نبوت کا ایک جھوٹا دعویدار پیدا کرنے میں کامیاب ہوگیا، مرزا نے خود اپنی کتاب میں اپنے بارے میں لکھا: ''میں انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوں۔'' آج مرزائی لوگ اسی جھوٹے شخص کو نبی مانتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

غور کرنے کے قابل بات یہ ہے کہ جو شخص خدائی کا دعویٰ کرے، خدا کا بیٹا بننے کا اعلان کرے، جو کہے خدا میری تعریف کرتا ہے، جو خود کو عورت کہے، خود اپنے میں عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دے، جو ہر چیز کا مختار ہونے کا دعویٰ کرے، خود کو تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل کہے، جو کہے میں زندہ کرسکتا ہوں اور مار سکتا ہوں، جو عالم الغیب بنے، جو مریم بنے، جو رسالت کا اعلان کرے، خود کو رحمۃ للعالمین کہے، اپنے آپ کو محمد ہونے کا اعلان کرے، جو کہے میرا نام احمد ہے، محمد ہے، میں عیسیٰ ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں مہدی ہوں، میں کرشن ہوں، میں رودر گوپال ہوں، جو کہے قرآن قادیان میں اترا، جو کہے قادیان، مکے اور مدینے سے افضل ہے، جو کہے مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں کا دودھ خشک ہوچکا ہے، جو کہے ہم مکے میں مریں گے یا قادیان میں، جو کہے جہاد حرام ہے، جو عیسیٰ علیہ السلام کو اور ان کے خاندان کو برا کہے، انہیں شرابی اور جھوٹا لکھے، جو کہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ہزار معجزات ہیں اور میرے دس لاکھ سے زائد، جو کہے سو حُسین میرے گریبان میں ہیں، جو سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسوں کی شان میں بھی گستاخی کرے، جو مسلمانوں کا جنازہ نہ پڑھے، جو مسلمانوں سے رشتہ حرام سمجھے، جو مسلمانوں کو یہودی اور عیسائی کہے، جو کہے کہ جو قادیانی نہیں وہ کافر ہیں، کتے ہیں، سور ہیں، خنزیر ہیں، حرام زادے ہیں، ان کی عورتیں کتیاں ہیں، جو کہے کہ جو قادیانی نہیں وہ چوہڑے چمار ہیں، جو کہے مسلمانوں سے جنگ کے لئے تیار رہو، جو پلومر کی دکان سے شراب کی بوتلیں منگوا رکھے، جو افیون کا استعمال کرے اور دوسروں کو کرائے، جو کہے کثرت پیشاب اور مراق کی بیماری میرے نشانات ہیں، جو کہے میرے پاس ٹیچی ٹیچی فرشتہ آتا ہے، جو کہے انگریزوں کی فرمانبرداری اسلام کا رکن ہے، جو انگریز کی تعریف میں ۵۰ الماریاں کتابوں کی لکھنے کا دعویٰ کرے، جو پچاس سال تک انگریزوں کی خدمت کرے، ان کی تعریف میں زمین آسمان ایک کرے، جو غلط حوالہ جات دے جو قرآن کی آیات میں تحریف کرے، قرآن کا ترجمہ غلط کرے، جو اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کوشش میں دن رات ایک کرے، جو انگریزی میں الہام سنائے، ایسے شخص کو نبی مان لیا جائے، کیا ایسا شخص مسلمان ہے؟ کیا ایسا شخص شریف اور دیانتدار آدمی ہے؟ کیا اس کے ماننے والے عقل سے کام لے کر اس کی نشانیوں کا مطالعہ نہیں کرسکتے؟ کیا ان کے دلوں پر قفل لگ گئے ہیں، ہم ان سب کو غور کی دعوت دیتے ہیں، کاش یہ لوگ غور کریں۔

چاہئے تو یہ تھا کہ جھوٹے قادیانی کی بچی کہانی اس کی موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی مگر ہم نے سوچا ایک دستور یہ ہے کہ جب کسی کی زندگی کے حالات تحریر کئے جاتے ہیں تو موت کا ذکر کرنے کے بعد اس کی کچھ اچھی باتوں کا ذکر کر کے دلوں کو گرمانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

(جاری ہے)

تحفظ ختم نبوت علماء کنونشن

لاہور (مولانا عبدالنعیم) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مرکز ختم نبوت جامع مسجد عائشہ مسلم ٹاؤن لاہور میں تحفظ ختم نبوت علماء کنونشن امیر مجلس ضلع لاہور شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد حسن کی صدارت میں منعقد ہوا۔ کنونشن میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا، جمعیۃ علماء اسلام ضلع لاہور کے امیر شیخ الحدیث مولانا محب النبی، جامعہ مدنیہ رائے ونڈ کے مہتمم مولانا سید محمود میاں، جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی رہنما مولانا محمد امجد خان، جامعہ اشرفیہ لاہور کے مولانا محمد یوسف خان، مولانا مفتی شیر محمد علوی، خطیب بادشاہی مسجد مولانا سیّد عبدالخبیر آزاد، وفاق المدارس کے مولانا مفتی عزیز الرحمٰن، شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن، جامعہ اشرفیہ کے مفتی شاہد عبید، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا اسد اللہ فاروق مجلس لاہور کے مبلغ مولانا عبدالنعیم، ڈاکٹر عبدالواحد قریشی، میاں رضوان نفیس، قاری ظہور الحق، مولانا حافظ محمد اشرف گجر، مولا عبدالشکور حقانی، مولانا خالد محمود، مولانا قاری عبدالعزیز، مولانا قاضی عبدالودود، مولانا زبیر جمیل، حکیم راشد عمران، حکیم حافظ محمد ندیم، مولانا عمر اعوان و دیگر کثیر تعداد میں علماء کرام نے شرکت کی۔ کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت دین کا اساسی اور بنیادی عقیدہ ہے۔ عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالت کی حفاظت کے لئے امت مسلمہ نے ہمیشہ اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کیا ہے۔ ۲۱ر ستمبر کو وحدت روڈ کرکٹ گراؤنڈ لاہور میں تاریخ ساز ختم نبوت کانفرنس ہوگی، جس کی تیاری ابھی سے شروع کرنی چاہئے بیرونی دنیا نے ہمارے حکمرانوں کے ساتھ یہ کام شروع کر دیئے ہیں کہ اسلام کے تشخص کو مٹایا جائے اور یہ سلسلہ پرویز مشرف کے دور سے شروع ہوا، چلتے چلتے موجودہ حکومت سے کروایا جا رہا ہے اور روز بروز حکومت بے دینی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ جو اسلام دشمن ایجنڈا سابقہ حکمرانوں سے رہ گیا وہ موجودہ حکمرانوں سے کروایا جا رہا ہے۔ ختم نبوت کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے ہر جماعت اپنا بنیادی کردار ادا کرے، ہم نے موجودہ دور کے تمام چیلنجز کا مقابلہ کرنا ہے اس سے کفر کو بریک لگے گی اور شیطان کے منہ میں خاک پڑے گی، موجودہ دور میں جس انداز سے قادیانیت کو پروموٹ کیا جا رہا ہے اس سے امت مسلمہ میں زبردست تشویش پائی جاتی ہے۔ مولانا محمد امجد خان نے کہا کہ آج کا یہ نمائندہ اجلاس ہے قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن نے بین الاقوامی دباؤ کے باوجود آواز بلند کی۔ تحفظ ناموس رسالت کے قانون کو بے اثر کرنے کا پروگرام تھا لیکن ملک بھر میں تحفظ ناموس رسالت ملین مارچز کی وجہ سے بریک لگی، ابھی ملین مارچ کا سلسلہ جاری ہے کیونکہ کفر ابھی تک اپنے ایجنڈوں کی تکمیل چاہتا ہے، میں اپنے اکابرین کو یقین دلاتا ہوں کہ ۲۱ر ستمبر کی ختم نبوت کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے ہر طرح سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ ہیں۔ مولانا سیّد محمود میاں نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بارہ سو صحابہ کرامؓ نے جام شہادت نوش کیا ہے، جن میں سات سو صحابہ کرام قرآن کے حافظ تھے اور ستر بدری صحابہؓ بھی ان شہداء ختم نبوت میں شامل تھے، انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنی اصلاح اور محاسبہ کرنا چاہئے۔ مولانا یوسف خان نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ اور منتخب لوگوں سے اپنے محبوب کی ختم نبوت کے تحفظ کا کام لیتا ہے، پوری دنیا میں جو ماحول بن چکا ہے اس میں ہمارے بزرگ ختم نبوت کے متعلق جو ہدایات دیں گے وہ قول سدید ہے اور ان شاء اللہ! ۲۱ر ستمبر ختم نبوت کانفرنس بھرپور تیاری کے ساتھ ہوگی۔ اس کانفرنس کی ابھی سے تیاری کرنی چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ تحفظ ناموس رسالت قانون میں تبدیلی ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔ اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں ناموس رسالت ایکٹ کے خلاف ہر سازش کا مقابلہ کیا جائے گا۔ مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے کہا کہ ناموس رسالت کا قانون تمام انبیاء کرام کی عزت اور ناموس کی حفاظت کا دربان اور چوکیدار ہے، آئین کی دفعہ 295-C تحفظ ناموس رسالت ایکٹ کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کریں گے۔ مولانا عبدالنعیم نے کہا کہ ناموس رسالت قانون کے خلاف یہودی و قادیانی لابی سازشوں میں مصروف عمل ہے، ماضی میں بھی ایسی ناپاک کوشش کی گئی لیکن ان طاغوتی قوتوں کا تمام مکاتب فکر کے علماء کرام نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور تحفظ ناموس رسالت ایکٹ کی حفاظت کی۔ اسلامیان پاکستان ناموس رسالت ایکٹ کے خلاف کوئی بھی سازش ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔ علماء کرام نے کہا کہ اسلام و ملک دشمن قوتوں اور ان کے آلۂ کاروں کو متنبہ کرتے ہیں کہ وہ آئین کی اسلامی دفعات اور تحفظ ناموس رسالت کے ایکٹ کے خلاف اپنی مہم جوئی بند کریں۔ کنونشن میں علماء سے وعدہ لیا گیا کہ تمام علماء کرام تحفظ ناموس رسالت اور حکومت کی قادیانیت نواز پالیسی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں اور عوام الناس کو عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور فضیلت سے آگاہ کریں۔ علماء کرام نے اعلان کیا کہ ۷ر ستمبر کو ملک بھر میں ہر سال کی طرح یوم ختم نبوت منایا جائے گا۔☆☆

عقیدۂ ختم نبوت کی سربلندی، تحفظ ناموس رسالت اور فتنۂ قادیانیت کے استیصال کے لئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ تعاون کی اپیل

قربانی کی کھالیں

عالمی مجلس
تحفظ ختم نبوت
کو دیجئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا تعارف

◆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اکابر علمائے امت کی قیادت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس اور عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دینے والی بین الاقوامی جماعت اور تردید قادیانیت کے محاذ پر تمام مذہبی ودینی جماعتوں کا مشترکہ پلیٹ فارم ہے ◆ جماعت کی کوششوں اور قربانیوں کی بدولت الحمدللہ! قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، امتناع قادیانیت آرڈی نینس نافذ ہوا، قادیانیت کا فتنہ رو بہ زوال ہوا ◆ ملک بھر کے تقریباً تمام بڑے شہروں میں مجلس کے زیر اہتمام ۳۰ مراکز ومساجد، ۴۰ مبلغین جبکہ ۱۲ سے زائد دینی مدارس ومکتب خدمات سرانجام دے رہے ہیں ◆ مجلس کے شعبہ تصنیف وتالیف سے ردِ قادیانیت کے موضوع پر اکابرین امت کی بیسیوں ضخیم اور معرکۃ الآراء کتب طبع ہوچکی ہیں ◆ عربی، اردو، انگریزی اور دیگر زبانوں میں مفت لٹریچر کی تقسیم ◆ ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی اور ماہنامہ ''لولاک'' ملتان کے ذریعہ قادیانیت کا محاسبہ ◆ اعلیٰ عدالتوں میں قادیانیت کا تعاقب ◆ مدرسہ عربیہ مسلم کالونی چناب نگر میں دار المبلغین اور سالانہ ردِ قادیانیت کورس ◆ پورے ملک میں ختم نبوت کانفرنسز، سیمینارز، کوئز پروگرام، تربیتی کورسز کے ذریعہ قادیانی دجل کا محاسبہ ◆ مفت ختم نبوت خط وکتابت کورس ◆ انٹرنیٹ، سی ڈیز اور سوشل میڈیا کے ذریعہ ابلاغ ختم نبوت اور تردید مرزائیت۔

اس کام میں مخیّر دوستوں اور دردمندانِ ختم نبوت سے درخواست ہے کہ وہ قربانی کی کھالیں، زکوٰۃ، صدقات اور عطیات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دے کر اس کے بیت المال کو مضبوط کریں

ترسیل زر کا پتہ

مرکزی دفتر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: 061-4783486

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ، کراچی

فون: 021-32780337, 021-32780340

AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019

Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

اپیل کنندگان:

حضرت مولانا
ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب
امیر مرکزیہ

مولانا صاحبزادہ
خواجہ عزیز احمد صاحب
نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا
حافظ ناصر الدین خاکوانی صاحب
نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا
عزیز الرحمٰن جالندھری صاحب
مرکزی ناظم اعلیٰ